7تا13اگست2008ء/4تا10شعبان1429ھ

آئین پاکستان کی اساس: شریعت

’’کون کہتا ہے کہ پاکستان کے آئین کی اساس شریعت پر نہیں ہوگی۔ جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ مُفسد ہیں۔ ہماری زندگی میں آج بھی اسلامی اصولوں پر اس طرح عمل ہوتا ہے جس طرح کہ تیرہ سو سال پہلے ہوتا تھا۔ اسلام نے جمہوریت دکھائی ہے، مساوات اور انصاف کا سبق دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے ہم ہر ایک کے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔‘‘

’’اسلام صرف چند رسوم، روایات اور مذہبی اصولوں کا نام نہیں بلکہ مسلمانوں کے سیاسی، اقتصادی و دیگر مسائل کی رہبری کے لیے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام کی بُنیاد صرف ایک اللہ پر ہے۔ انسان انسان میں کوئی فرق نہیں۔ مساوات، آزادی اور بھائی چارہ اسلام کے مخصوص اُصول ہیں۔‘‘

’’کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ایک عزم کے ساتھ متحد ہو کر نہ چلے۔ ہم سب پاکستانی ہیں اور مملکت کے لیے ہم سب کو مل کر کام کرنا ہے، قُربانیاں دینی ہیں اور وقت پڑے تو جان بھی دے دینا ہے، تاوقتیکہ پاکستان ایک عظیم مملکت نہ بن جائے۔‘‘

بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی 25جنوری1948ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن کے استقبالیہ میں تقریر سے اقتباسات

ڈبش اینڈ دی لیمپ

صدقہ کا مفہوم اور اُس کی وسعت

بخل: ایک مہلک مرض

بوسنیا کی تنظیم ملت اسلامیہ

امریکہ کا اگلا ہدف کون؟

وہ شاخ ہی نہ رہی......

تبصرۂ کتب

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

الھدیٰ (334)

سورۃ الانعام

(آیات 146-148)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ڮ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَاۗؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰي ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ۝﴾

’’اور یہودیوں پر ہم نے سب ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے۔ اور گایوں اور بکریوں سے اُن کی چربی حرام کر دی تھی، سوا اس کے جو اُن کی پیٹھ پر لگی ہو یا اوجھڑی میں ہو یا ہڈی میں ملی ہو۔ یہ سزا ہم نے اُن کو اُن کی شرارت کے سبب دی تھی۔ اور ہم سچ کہنے والے ہیں۔ اور اگر یہ لوگ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو، تمہارا پروردگار صاحب رحمت وسیع ہے۔ مگر اُس کا عذاب گنہگار لوگوں سے نہیں ٹلے گا۔ جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا (شرک کرتے) اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے تکذیب کی تھی جو اُن سے پہلے تھے یہاں تک کہ ہمارے عذاب کا مزہ چکھ کر رہے۔ کہہ دو کیا تمہارے پاس کوئی سند ہے (اگر ہے) تو اسے ہمارے سامنے نکالو۔ تم محض خیال کے پیچھے چلتے اور اٹکل کے تیر چلاتے ہو۔‘‘

جانوروں میں سے بعض وہ ہوتے ہیں کہ جن کے پیر پھٹے ہوتے ہیں، مثلاً گائے، بھینس، بکری اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا ایک ہی کھر ہوتا ہے جیسا گھوڑا، اونٹ، بطخ اور شترمرغ وغیرہ۔ اللہ نے یہودیوں پر ایک کھر والے جانور حرام کر دیئے تھے۔ اِسی طرح اُن پر گائے اور بکری کی چربی حرام کر دی گئی تھی، سوائے اُس کے جو اُن کی پیٹھ کے ساتھ لگی ہو یا انتڑیوں کے ساتھ ہو یا جو ہڈیوں کے اندر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اِس کی وجہ بھی بتا دی کہ یہ یہودیوں کی شرارتوں کی سزا تھی، ورنہ یہ حرمت مستقل طور پر شریعت کا حصہ نہ تھی۔ اگر بنی اسرائیل یہ کہتے ہیں کہ یہ چیزیں ابراہیمؑ اور نوحؑ کے زمانے سے ہی مستقلاً حرام چلی آتی ہیں تو اُن کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ آیت کے آخر میں فرما دیا کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ بالکل صحیح ہے۔

اے نبی! اگر یہ آپ کو جھٹلا دیں، تو کہہ دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسعت والا ہے۔ یعنی یہ اُس کی رحمت کا مظہر ہے کہ تمہاری تکذیب پر تمہیں فوراً نہیں پکڑ رہا، فوراً معجزے نہیں دکھا رہا، مبادا تم ضد اور ہٹ دھرمی سے کفر پر اڑے رہو اور معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لاؤ، اور پھر اللہ تمہیں عذاب سے دوچار کر دے۔ اُس کی رحمت کا مظہر ہے کہ تمہیں مہلت دی جا رہی ہے۔ لیکن یاد رکھو، جب مجرم قوم پر اس کی پکڑ آ جائے تو اُسے ہرگز لوٹایا نہیں جاتا، اور وہ پکڑ بہت سخت ہوتی ہے۔

لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا سے یہ غرض ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادا شرک کرتے، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ گویا وہ اپنے خرافات اور کفریات کا استحسان ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اُن کی اس کٹ حجتی پر فرمایا کہ تم سے پہلے بھی لوگوں نے بھی اِسی طرح حق کو جھٹلایا، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ اے نبی، اِن سے کہیے کہ اگر اس بات کے لیے تمہارے پاس کوئی دلیل ہے، کسی کتاب ہدایت میں لکھی ہوئی کوئی سند ہے، تو اُسے پیش کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پاس اپنے باطل، خیالات کے لیے کوئی سند نہیں، بلکہ تم یونہی اٹکل پچو کی باتیں کرتے ہو۔

فرمان نبویؐ

امیر غریب ہر مسلمان کے لیے صدقہ لازم ہے

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ)) قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ قَالَ ((فَلْيَعْمَلْ بِيَدَيْهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهٗ وَيَتَصَدَّقُ)) قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ قَالَ ((فَيُعِيْنُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلْهُوْفَ)) قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْهُ قَالَ ((فَيَاْمُرُ بِالْخَيْرِ)) قَالُوْا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ قَالَ ((فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَاِنَّهٗ لَهٗ صَدَقَةٌ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابی موسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ہر مسلمان پر صدقہ لازم ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اگر کسی آدمی کے پاس صدقہ کرنے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا: اپنے دست و بازو سے محنت کرے اور کمائے، پھر اس سے خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے۔ عرض کیا گیا: اگر وہ یہ نہ کر سکتا ہو تو کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا: کسی پریشان حال محتاج کا کوئی کام کر کے اس کی مدد ہی کر دے (یہ بھی ایک طرح کا صدقہ ہے)۔ عرض کیا گیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا: تو اپنی زبان ہی سے لوگوں کو بھلائی اور نیکی کے لیے کہے۔ لوگوں نے عرض کیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے تو کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا کہ (کم از کم) شر سے اپنے کو روکے (یعنی اس کا اہتمام کرے کہ اس سے کسی کو تکلیف اور ایذا نہ پہنچے) یہ بھی اس کے لیے ایک طرح کا صدقہ ہے۔

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 17 — 7 تا 13 اگست 2008ء — 4 تا 10 شعبان المعظم 1429ھ — شمارہ 32

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔ اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 250 روپے
بیرون پاکستان

انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بش، اینڈ دی لیمب

گزشتہ صدی کے عشرہ ساٹھ کے اواخر اور ستر کے آغاز میں امریکہ نے چین سے خفیہ سفارتی روابط کا آغاز کیا۔ ہنری کسنجر اور وزیر اعظم چو این لائی کی ملاقات چین میں طے پائی۔ ملاقات میں ترجمان موجود تھا جو دونوں طرف کی ترجمانی کا فریضہ ادا کر رہا تھا۔ ایک موقع پر جب وہ چینی وزیر اعظم کی گفتگو کا انگریزی میں ترجمہ کر رہا تھا تو چو این لائی نے اُسے ٹوکا اور کہا کہ تم درست ترجمانی نہیں کر رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چو این لائی بہت اچھی انگریزی بولنا جانتے تھے، لیکن وہ اپنی زبان کیوں چھوڑیں۔ شاہ فیصل شہید بھی بہت اچھی انگریزی بول سکتے تھے لیکن وہ تمام تر گفتگو عربی زبان میں کرتے تھے۔ فرانس اور جرمنی میں لوگ کسی بھی سطح پر انگریزی کو ترجیح نہیں دیتے حالانکہ اُن کا مذہب اُن کی ثقافت ایک ہے۔ سوال یہ ہے کہ لباس، زبان یا ثقافت میں دوسرے کی برتری کو کیوں تسلیم کیا جائے۔ اللہ رب العزت نے مختلف علاقوں کے لوگوں کو مختلف زبانیں سکھائیں۔ زبانیں سب اللہ کی ہیں۔ صرف یہ کہ جن زبانوں میں الہامی کتابیں نازل ہوئیں اُنہیں دوسری زبانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

بدقسمتی سے دنیا میں پاکستانی قوم ایک ایسی قوم ہے جس کی آزادی جتنی پرانی ہوتی جا رہی ہے، غلامانہ ذہنیت اُتنی ہی زیادہ گاڑھی ہوتی جا رہی ہے۔ خصوصاً حکمران اور ایلیٹ طبقہ انگریزی دانی کو حقیقی علم سمجھتا ہے، بلکہ ہر اُس شخص کو عالم اور دانشور سمجھ لیا جاتا ہے جو انگریزی روانی سے بول سکتا ہو اور ہر وہ شخص اَن پڑھ اور جاہل ہے جو انگریزی نہیں بول سکتا۔ ہمارے نئے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کو، جو ماسٹر ڈگری ہولڈر اور ایک سے زائد کتب کے مصنف ہیں، امریکہ لے جایا گیا، پھر اُن سے انگریزی بلوائی گئی جو اُن سے صحیح طور پر نہ بولی جا سکی۔ سوال و جواب کے سیشن میں عجیب نقشہ تھا۔ اِس لیے کہ سوال گندم اور جواب چنا ہوتا تھا جس سے اُن کی نہیں، ملک کی جگ ہنسائی ہوئی۔ اگر وہ اردو میں یا سرائیکی میں گفتگو کرتے اور کھل کر اپنا مافی الضمیر بیان کرتے اور میزبانوں تک اُن کا پیغام مترجم پہنچاتا تو جگ ہنسائی سے بھی بچتے اور پاکستان کے موقف کو بھی زیادہ بہتر سمجھا جا سکتا تھا۔ بدقسمتی سے ثقافت، سیاست، بود و باش، زبان اور لباس کے معاملے میں ہمارا معاملہ اِس ضرب المثل کے عین مطابق ہے، کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔

آب آیئے، وزیر اعظم کے دورۂ امریکہ کے اثرات و نتائج کی طرف۔ پہلی بات یہ ہے کہ اِس وقت اُنہیں جس نے واشنگٹن کی طرف دھکا دیا، وہ دشمن نہیں تو دوست بھی ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بش انتظامیہ اب اپنا بوریا بستر لپیٹ رہی ہے۔ اسے اگلے تین چار ماہ میں نئی انتظامیہ کو اقتدار منتقل کرنا ہے۔ ہمارا اُن سے رابطہ اب سفارتی اور افسران کی سطح پر رہنا چاہیے تھا۔ پھر یہ کہ ہماری کم از کم 40 سالہ پرانی روایت ہے، ہمارا ہر نیا وزیر اعظم سب سے پہلے چین کا دورہ کرتا ہے۔ چین ایک ایسی عالمی سپر پاور ہے جس کا جغرافیائی تعلق ہمارے خطے سے ہے۔ کیا ہمارے حکمران امریکی عزائم کو سمجھتے نہیں؟ ہر مخلص پاکستانی کا اُس وقت سر پیٹنے کو جی چاہتا ہے جب حکمران سوچے سمجھے بغیر یہ کہہ دیتے ہیں کہ دہشت گردی کی جنگ ہماری اپنی جنگ ہے۔ امریکہ نے اِس ریجن میں دہشت گردی کے نام سے جنگ کیوں شروع کی، اب یہ بات قطعی طور پر راز نہیں رہی۔ اسرائیل کسی صورت میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی اسلامی ملک ایٹمی قوت کا حامل ہو اور امریکہ کا معاملہ یہ ہے کہ اُس کی شہ رگ پر اسرائیل اپنا پنجہ مضبوطی سے گاڑھ چکا ہے، خصوصاً اقتصادی حوالہ سے اگر آج اسرائیل چاہے تو امریکہ کے تمام سٹاک ایکسچینج کریش ہو جائیں اور اُس کی معیشت دیوالیہ ہو جائے۔ امریکہ اسرائیل کے اشارہ ابرو پر ناچنے کا پابند ہے۔ اسرائیل اُس کی عسکری قوت کو اپنی مرضی سے استعمال کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں امریکہ کا اپنا (باقی صفحہ 15 پر)

فرشتے آدم کو جنت سے رخصت کرتے ہیں

[بالِ جبریل]

عطا ہوئی ہے تجھے روز و شب کی بیتابی ۔ خبر نہیں کہ تو خاکی ہے یا کہ سیمابی!
سنا ہے خاک سے تیری نمود ہے، لیکن ۔ تری سرشت میں ہے کوکبی و مہتابی!
جمال اپنا اگر خواب میں بھی تو دیکھے ۔ ہزار ہوش سے خوشتر تری شکر خوابی
گراں بہا ہے ترا گریۂ سحرگاہی ۔ اسی سے ہے ترے نخلِ کہن کی شادابی!
تری نوا سے ہے بے پردہ زندگی کا ضمیر ۔ کہ تیرے ساز کی فطرت نے کی ہے مضرابی!

اِس نظم میں اقبال نے آدم کی فطری صلاحیتوں کو فرشتوں کی زبان سے بیان کیا ہے، چونکہ اقبال کے فلسفے کا بنیادی تصور ''آرزوئے کمال'' ہے (شوپن ہاور کے فلسفے کا بنیادی تصور ''آرزوئے زیست'' اور نیٹشے کے فلسفے کا بنیادی تصور ''آرزوئے اقتدار ہے)، اس لیے انہوں نے اپنی شاعری میں اور اپنی نثری تصانیف میں آدم کی پیدائش اور اُس کے ہبوط کی داستان کے ضمن میں اِسی حقیقت کو مختلف طریقوں سے واضح کیا ہے کہ اللہ نے انسان کو دنیا میں اِسی لیے بھیجا کہ وہ اپنی خودی کو درجۂ کمال تک پہنچا سکے۔ مثلاً انہوں نے ''پیامِ مشرق'' میں ''تسخیرِ فطرت'' کے عنوان سے تخلیق و ہبوطِ آدم کی داستان پانچ مسلسل نظموں میں لکھی ہے، جن میں سے ہر نظم، شاعری اور فلسفہ دونوں اعتبار سے شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔ تیسری نظم میں ابلیس، آدم سے کہتا ہے:

تو نشناسی ہنوز، شوق بمیرد ز وصل
چیست حیاتِ دوام؟ سوختنِ ناتمام

اقبال نے اِس نظم میں یہ بیان کیا ہے کہ اللہ نے چونکہ آدم کو اپنا خلیفہ بنایا ہے، اس لیے اسے وہ تمام صفات عطا فرمائی ہیں جو اس بلند منصب کے لیے ضروری ہیں۔ آدم جب اِس دنیا میں ظاہر ہُوا تو اُس کے اندر ترقی کے لامحدود امکانات پوشیدہ تھے۔ اقبال نے اِس نظم میں اُنہی کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں:

1۔ اللہ نے انسان کے اندر جذبۂ عشق ودیعت فرما دیا ہے، جس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عاشق کو ہر لحظہ بے تاب اور بے قرار رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان ہر وقت محبوب کی تلاش میں مصروف رہتا ہے۔

2۔ اللہ نے انسان کو مٹی سے بنایا ہے، لیکن اس کا جوہرِ حیات (رُوح) خاکی نہیں ہے، بلکہ رُوحانی یا نُورانی ہے، اس لیے اس میں تابندگی اور درخشندگی کی صفت پائی جاتی ہے۔

3۔ اللہ نے انسان کے منبعِ حسن و جمال بنایا ہے، یعنی اُس کی ذات میں ہر قسم کی خوبیاں پوشیدہ ہیں۔ اب اُس کا فرض ہے کہ اتباعِ شریعت کی بدولت اُن کو بروئے کار لا کر مرتبۂ کمال پر فائز ہو جائے۔ اس شعر کا مضمون اِس آیت سے ماخوذ ہے:

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿٤﴾﴾ (التین)

''بلاشبہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔''

چونکہ اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان مرتبۂ کمال حاصل کرے، اس لیے اُس نے اِس مشتِ خاک کے اندر ہر قسم کی ترقی کی استعداد یا صلاحیت ودیعت فرما دی۔ اِس استعداد کو قرآن مجید نے احسن تقویم اور اقبال نے جمال سے تعبیر کیا ہے۔

4۔ فرشتے آدم سے کہتے ہیں کہ اے آدم! جب تُو صبحدم بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہو کر اُس کے حضور گریہ وزاری کرتا ہے تو یہ بیش بہا عمل ہر عبادت سے افضل نظر آتا ہے کہ یہ عجز و انکسار کی انتہا ہے اور یہی عمل ہر لحے نہ صرف یہ کہ تجھے تر و تازہ رکھتا ہے، بلکہ اسی سے تیرا ضمیر بھی مطمئن رہتا ہے اور رُوح کو سکون بھی نصیب ہوتا ہے۔

5۔ اے آدم! تیری صداؤں میں وہ کیف موجود ہے جو راز ہائے زندگی کو بے نقاب کرتا ہے۔ ان میں وہ اسرار و رموز پوشیدہ ہیں جن سے افراد کو اپنی شناخت میں مدد ملتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تجھ میں جتنے بھی جوہر اور کمالات موجود ہیں، وہ خدائے ذوالجلال کے عطا کردہ ہیں۔ ایسے جوہر اور کمالات اللہ تعالیٰ نے کسی اور کو عطا نہیں کیے، اسی لیے تجھے کائنات کی ہر شے سے افضل و برتر قرار دیا گیا ہے۔ ابلیس لاکھ بغاوت پر آمادہ ہو، اس کے باوجود وہ قطعی طور پر تیری ہمسری نہیں کر سکتا۔

صدقہ کا معنی و مفہوم اور اس کی وسعت

احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی لاہور میں بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت، زیر درس احادیث کے بیان اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! آج کی نشست میں جن دو احادیث پر گفتگو ہوگی، وہ صدقہ کے مفہوم، اور اُس کی وسعت کے بارے میں ہیں۔ یہ احادیث اِس اعتبار سے بہت اہم ہیں کہ اِن میں دین و دنیا کی وحدت اور عبادت کے وسیع تصور پر روشنی پڑتی ہے۔ اسلام میں دین و دنیا کی جدائی کا کوئی تصور نہیں ہے، بلکہ دونوں ایک وحدت ہیں۔ اگر آدمی دنیا کے ہر کام کو دین کے تابع کر لے، تو ہر وہ کام بھی جسے ہم دنیاداری سمجھتے ہیں، یا جسمانی اور حیوانی تقاضا خیال کرتے ہیں، وہ بھی دینداری شمار ہوتا ہے۔ یہ بات عبادت کے وسیع تصور سے مزید واضح ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن و انس کے تخلیق کا مقصد عبادت بتایا ہے۔ سورۃ الذاریات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اِس لیے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔'' (آیت:56) عبادت سے مراد محض نماز روزہ نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر وقت نماز پڑھی جاتی، دن رات کے مخصوص اوقات میں نماز فرض نہ ہوتی۔ ہر روز روزہ رکھا جاتا، محض رمضان میں روزے نہ ہوتے۔ کیونکہ عبادت جز وقتی نہیں، کل وقتی ہے۔ عبادت کی اصل حقیقت یہ ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے جذبہ محبت کے ساتھ اللہ کی اطاعت کی جائے۔ لہٰذا انسان چوبیس گھنٹوں میں جو بھی کام کرے، اگر وہ اللہ کی مرضی اور حکم کے مطابق ہے تو وہ عبادت ہے۔ شریعت کی پیروی کرتے ہوئے اُس کا کھانا پینا، اپنے اہل عیال کے لیے رزق حلال کی جدوجہد کرنا، اور اُن پر خرچ کرنا یہاں تک اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا بھی عبادت اور ثواب کا کام ہے۔ یہ تصور صرف اور صرف اسلام میں پایا جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ یہ دنیا کے کسی مذہب اور دھرم میں موجود نہیں ہے۔ اِس سے واضح ہوا کہ اسلام دین و دنیا کی جدائی اور تفریق کا قائل نہیں، بلکہ وحدت کا علمبردار ہے۔

اب آیئے، احادیث کی طرف۔ پہلی حدیث حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے۔ آپؓ فقرائے صحابہؓ میں سے ہیں۔ آپؓ کے زہد کی گواہی خود نبی اکرم ﷺ نے دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ میرے اِس ساتھی ابوذرؓ کو دیکھے۔''

اسلام میں دین و دنیا کی جدائی کا کوئی تصور نہیں ہے، بلکہ دونوں ایک وحدت ہیں۔ اگر آدمی دنیا کے ہر کام کو دین کے تابع کر لے، تو ہر وہ کام بھی جسے ہم دنیاداری سمجھتے ہیں، دینداری شمار ہوتا ہے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ:

((اَنَّ نَاسًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالُوْا لِلنَّبِیِّ ﷺ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ذَھَبَ اَھْلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ، یُصَلُّوْنَ کَمَا نُصَلِّیْ، وَیَصُوْمُوْنَ کَمَا نَصُوْمُ، وَیَتَصَدَّقُوْنَ بِفُضُوْلِ اَمْوَالِھِمْ))

سیدنا ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے: ''چند صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اہل ثروت تو اجر و ثواب میں (ہم پر) سبقت لے گئے، کیونکہ وہ ہماری طرح نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں اور اپنے زائد مال میں سے صدقہ (بھی) کرتے ہیں۔''

صحابہ کرامؓ کی اِس بات میں یہ شکایت نہیں ہے کہ ہمارے پاس دولت نہیں، لہٰذا یہ ناانصافی ہے، بلکہ اس میں فکر آخرت مضمر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اہل ثروت لوگ ہماری ہی طرح نماز روزہ کرتے ہیں، لیکن چونکہ اُن کے پاس مال و دولت بھی ہے، لہٰذا وہ اُسے خرچ کر کے نیکی میں ہم پر سبقت لے جا رہے ہیں۔ اور ہم مال نہ ہونے کی وجہ سے اُن سے پیچھے رہ گئے ہیں۔

یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ معاشی میدان میں لوگوں کے درمیان ایک فرق تو وہ ہے، جو فطری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو پیدائشی طور پر ذہین پیدا کیا ہے، اور بعض کو کند ذہن بنایا اور کم ذہانت عطا کی ہے۔ اِسی طرح بعض لوگوں میں محنت مشقت کا زیادہ مادہ رکھا ہے، اور وہ زیادہ دوڑ دھوپ کر کے زیادہ کماتے ہیں اور بعض میں محنت کا جذبہ کم رکھا ہے، اور کم محنت کرتے ہیں۔ یہ معاشی فرق و تفاوت اللہ تعالیٰ نے اِس لیے رکھا ہے، تاکہ لوگ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اِس فرق کو ختم نہیں کیا جا سکتا...... البتہ لوگوں کے درمیان وہ فرق و تفاوت جو نظام کی خرابی کی بنا پر پیدا ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک طرف عیاشیاں اور خرمستیاں ہوتی ہیں اور دوسری طرف غربت اور بھوک و افلاس کے سبب لوگ خودکشیاں کرتے ہیں، اِس فرق و تفاوت کو ہرگز گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ جس ظالمانہ نظام سے جنم لیتا ہے، اُسے تبدیل کیا جانا ضروری ہے۔ نظام ایسا ہو کہ جس میں سب لوگوں کو ترقی کرنے اور وسائل سے استفادہ کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ یہ چیز کامل صورت میں صرف اور صرف نظام خلافت میں ممکن ہے، جو آسمانی ہدایت پر مبنی ہے۔ لیکن افسوس کہ ہم مسلمان خلافت کا نظام دنیا میں کہیں بھی قائم نہ کر سکے، اِس لیے اس نظام کی برکات سے محروم ہیں۔ تاہم یہ بات ماننا پڑتی ہے کہ مغربی دنیا

بالخصوص سکینڈے نیوین ممالک نے یہ کام کسی حد تک عملاً کر دکھایا ہے۔ وہاں امیر و غریب کو تعلیم کی یکساں سہولیات میسر ہیں۔ جس سکول میں امیر کا بچہ پڑھتا ہے، وہیں غریب کا بیٹا بھی تعلیم حاصل کرتا ہے، اور یوں اُسے بھی تعلیمی ترقی اور آگے بڑھنے کے مواقع ملتے ہیں۔ اِسی طرح لوگوں کو علاج کی یکساں سہولیات حاصل ہیں۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو صورتحال میں ماضی کے مقابلے میں اگرچہ کچھ تبدیلی ضرور آئی ہے۔ انسان جاگیرداریت اور شہنشائیت کے خونی شکنجے سے آزاد ہوگیا، اور جمہوریت تک آ پہنچا، لیکن وہ اِس نظام میں بھی سرمایہ داریت کے تیروں سے چھلنی ہوتا رہا، اور ہو رہا ہے۔ سرمایہ دار کارخانے کا مالک ہے۔ کارخانے میں جو ہزاروں مزدور کام کرتے ہیں، اُن کی محنت کا سارا پھل سرمایہ دار کھا جاتا ہے۔ مزدور کی حالت میں تبدیلی نہیں آتی۔ سرمایہ داریت کے ردِعمل میں اشتراکیت کے نظام نے جنم لیا۔ اِس نظام میں اور خرابیوں کے علاوہ بہت بڑی خرابی یہ تھی کہ اس نے انفرادی ملکیت کی کامل نفی کر دی۔ یہ چیز غیر فطری تھی۔ اس لیے یہ نظام بھی ناکام ہوگیا۔ جاگیرداریت، شہنشائیت، سرمایہ داریت اور اشتراکیت کے ہاتھوں زخم خوردہ انسانیت آج اسلام کے عادلانہ نظام کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ وہ ظالمانہ نظاموں کے تھپیڑے سہتے ہوئے کشاں کشاں اسلام کی جانب بڑھ رہی ہے۔

بات قدرے طویل ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ کے سوال کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے جو بات فرمائی، وہ عبادت اور ثواب کے فلسفے کو واضح کرتی ہے۔

"قَالَ: ((اَوَ لَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُوْنَ؟ اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَكْبِيْرَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً، وَكُلِّ تَهْلِيْلَةٍ صَدَقَةً"

"آپؐ نے فرمایا: کیا اللہ نے تمہیں بھی صدقے کا سامان مہیا نہیں کیا؟ تمہارا ایک دفعہ 'سبحان اللہ' کہنا صدقہ ہے۔ ایک دفعہ 'اللہ اکبر' کہنا صدقہ ہے۔ ایک دفعہ 'الحمد للہ' کہنا صدقہ ہے۔ ایک دفعہ 'لا الٰہ الا اللہ' کہنا صدقہ ہے۔"

یعنی صدقہ محض مال کی خیرات کا نام نہیں، بلکہ زبان سے اللہ کی تسبیح و تحمید بیان کرنا بھی صدقہ ہے۔ اللہ اکبر کہنا اور لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرنا بھی صدقہ ہے۔ آدمی اگر اجر و ثواب کے خزانے میں اضافہ چاہتا ہے تو وہ اِس کا اہتمام کرے۔ اللہ اُسے صدقہ کا ثواب دے گا۔

مزید فرمایا:

"وَاَمْرٌ بِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ"

"اور نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا بھی

پریس ریلیز

2 اگست 2008ء

نظامِ خلافت ہی دنیا میں کامل عدل و انصاف اور عالمی امن کی بنیاد بن سکتا ہے۔ انسانیت آج اِسی نظامِ عدل کی تلاش میں ہے

ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم نے دنیا کو رحمت للعالمینؐ کے دیئے ہوئے نظامِ رحمت سے روشناس نہیں کروایا

نفاذِ اسلام کے وعدے سے انحراف کی سزا کے طور پر ہم اہلِ پاکستان بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا ہیں

مجلس مشاورت اسلامی کے زیرِ اہتمام احیائے خلافت کانفرنس سے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید، میجر (ر) ظہیر الاسلام عباسی، چودھری رحمت علی، علامہ زبیر احمد ظہیر، مولانا نعیم اللہ فاروقی اور مولانا عبد الرؤف کا خطاب

ساری انسانیت کے مسائل کا واحد حل نظامِ خلافت ہے۔ یہ بات میجر جنرل (ر) ظہیر الاسلام عباسی نے ہمدرد ہال میں مجلس مشاورت اسلامی کے زیرِ اہتمام احیائے خلافت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہی۔ کانفرنس سے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام دشمنوں کی نظر میں اسلام انتہا پسندی اور دہشت گردی کا دین ہے، اور وہ اسلام کے خلاف ہر محاذ پر یلغار کر رہے ہیں۔ اِس کی وجہ بحیثیت ملت ہمارا یہ جرم ہے کہ ہم نے دنیا کو رحمت للعالمین ﷺ کے دیے ہوئے نظامِ رحمت سے روشناس نہیں کرایا۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے خلفاء راشدین نے نوعِ انسانی کو خلافت کا جو کامل نظامِ عدل عطا کیا، انسانیت آج اُسی نظام کی تلاش میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا باطل استحصالی نظاموں کے خونیں شکنجے میں جکڑی ہوئی ہے۔ اندریں حالات نظامِ خلافت ہی کامل عدل و انصاف اور عالمی امن کی بنیاد بن سکتا ہے۔ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم نہ تو خود اس نظامِ رحمت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور نہ دنیا کو اس کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع دے رہے ہیں۔

قاضی ظفر الحق نے اپنے خطاب میں کہا کہ پاکستان میں ہم نے قیامِ دین کے وعدے سے انحراف کیا، جس کی سزا کے طور پر ہم بھوک اور خوف کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ ہمارے حالات کی بہتری اللہ کے دین کو قائم کرنے سے مشروط ہے۔ اگر تمام دینی جماعتیں متحد ہو کر یہ کام کریں تو یہ منزل بہت قریب آ سکتی ہے۔ سید مقبول احمد شاہ نے کہا کہ ہمیں محمد بن قاسم کی طرح غیرت و حمیت کا مظاہرہ کر کے باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے۔

کانفرنس سے چودھری رحمت علی، علامہ زبیر احمد ظہیر، مولانا نعیم اللہ فاروقی، اور مولانا عبد الرؤف نے بھی خطاب کیا۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

صدقہ ہے۔"

ایک مسلمان کو جہاں اختیار حاصل ہو، وہاں اُسے نیکی کا حکم دینا ہوگا۔ گھر میں طاقت کے ساتھ بھی نیکی کا نفاذ کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایک بچہ نماز نہیں پڑھتا، تو اُس کا والد اُسے سزا دے سکتا ہے۔ مغربی معاشرت میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ بچے کو کوئی روک ٹوک بھی نہ کی جائے۔ اسلام کے نزدیک بچے کو سمجھانا، روک ٹوک کرنا، اور جہاں

اَکَانَ عَلَیْهِ وِزْرٌ؟ فَکَذٰلِکَ اِذَا وَضَعَهَا فِی الْحَلَالِ کَانَ لَهُ اَجْرٌ))"

"آپ نے فرمایا: کیا خیال ہے، اگر وہ اُسے حرام جگہ استعمال کرے تو اُسے گناہ نہ ہوگا۔ ایسے ہی حلال مقام پر استعمال کرنے پر اجر بھی ملے گا۔"

اب آیئے، دوسری حدیث کی طرف! اِس حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہؓ ہیں۔ اور اِسے امام بخاریؒ نے

> **مغربی معاشرت میں یہ تصور پایا جاتا ہے کہ بچے کو کوئی روک ٹوک بھی نہ کی جائے، جبکہ اسلام کے نزدیک بچے کو سمجھانا، روک ٹوک کرنا، اور جہاں ضرورت داعی ہو سزا دینا اُس کی تربیت کا تقاضا ہے۔ یہی چیز اُس کی صحیح نشوونما کا باعث بنتی ہے**

ضرورت داعی ہو تادیب کرنا اور سزا دینا اُس کی تربیت کا تقاضا ہے۔ یہی چیز اُس کی صحیح نشوونما کا باعث بنتی ہے۔ یہ بات تو وہاں ہے، جہاں آپ کو اختیار حاصل ہے۔ البتہ جہاں آپ کو اختیار نہیں، وہاں آپ نیکی کی تلقین کریں گے، وعظ و نصیحت کریں گے، مشورہ دیں گے۔ یہ کام صدقہ ہے۔

اسی طرح کا معاملہ برائی سے روکنے کا ہے۔ بُرائی سے روکنے کے ضمن میں جو اصول ہے، وہ ہمیں اُس روایت سے ملتا ہے، جو حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے جو شخص بھی برائی دیکھے (اُس کا فرض ہے کہ) اُسے طاقت سے روک دے۔ اگر اِس کی استطاعت نہیں رکھتا، تو زبان سے روکے۔ اور اگر اس کی بھی ہمت نہیں (زبان پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں) تو دل سے (برائی سے نفرت کرے) اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

آخر میں آپ نے فرمایا:

"وَفِیْ بُضْعِ اَحَدِکُمْ صَدَقَةٌ" (رواہ مسلم)

"اور بیوی سے ہم بستری کرنے میں بھی صدقہ کا ثواب ہے۔"

یہ بات بظاہر حیرت میں ڈال دینے والی ہے۔ اس لیے کہ شہوت کی تسکین تو ایک نفسانی اور حیوانی تقاضا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ اِس پر حیران ہوئے۔

"قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَیَاْتِیْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهُ وَیَکُوْنُ لَهُ فِیْهَا اَجْرٌ؟"

انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ ہم میں سے کوئی شخص اپنی نفسانی خواہش پورا کرے تو اُسے بھی صدقہ کا ثواب ملتا ہے؟

"قَالَ: ((اَرَاَیْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِیْ حَرَامٍ

اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث بھی صدقہ کے بارے میں ہے، اور اِس سے واضح ہوتا ہے کہ صدقہ کا مفہوم کس قدر وسیع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"((کُلُّ سُلَامٰی مِنَ النَّاسِ عَلَیْهِ صَدَقَةٌ، کُلَّ یَوْمٍ تَطْلُعُ فِیْهِ الشَّمْسُ))"

"انسان کے ہر جوڑ پر ہر روز صدقہ کرنا ضروری ہے۔"

انسان کے جسم میں بہت سے جوڑ ہیں۔ اگر اِن میں سے ایک جوڑ بھی کام کرنا چھوڑ دے تو آدمی کو شدید تکلیف لاحق ہوجاتی ہے۔ اگر جسم کے جوڑ صحیح کام کر رہے ہیں تو یہ اللہ کا بہت بڑا کرم اور احسان ہے، اِس پر اس کا شکر واجب ہے۔ اِس شکر کی صورت صدقہ ہے۔ صدقہ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے گزشتہ حدیث میں یہ واضح فرمایا کہ (صدقہ مالی نہیں ہوتا، بلکہ) تسبیح تحمید، تکبیر اور تہلیل بھی صدقہ ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر یہاں تک اپنی بیوی سے ہم بستری بھی صدقہ ہے۔ اِس حدیث میں صدقہ کی کچھ اور جہتوں اور پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے۔ فرمایا:

"تَعْدِلُ بَیْنَ الْاِثْنَیْنِ صَدَقَةٌ"

"دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ ہے۔"

اگر دو افراد میں اختلاف ہے، یا کہیں جھگڑا ہوگیا ہے، اور آپ کو ثالث بنایا گیا کہ اِس تنازعہ کا فیصلہ کریں تو چاہیے کہ آپ عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ کسی ایک فریق کی جانب جھکاؤ نہ ہو، بلکہ غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے صحیح صحیح فیصلہ کریں۔ اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کا یہ عمل صدقہ ہے اور بڑے ثواب کا کام ہے اور اگر آپ نے فیصلہ کرتے ہوئے عدل کا دامن چھوڑ دیا تو سزا بھی بہت سخت ہوگی۔

مزید فرمایا:

"وَتُعِیْنُ الرَّجُلَ فِیْ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُهُ عَلَیْهَا اَوْ تَرْفَعُ لَهُ عَلَیْهَا مَتَاعَهُ صَدَقَةٌ"

"سواری کے بارے میں کسی سے تعاون کرنا یعنی سواری پر سوار کرنا یا کسی کا سامان لاد کر اُس کی مدد کرنا صدقہ ہے۔"

ایک شخص گھوڑے پر چڑھنا چاہ رہا ہے۔ لیکن چونکہ وہ ماہر گھڑ سوار نہیں کہ چھلانگ مار کر سوار ہو جائے، اُسے مشکل درپیش ہے، اور کسی سہارے کی ضرورت ہے۔ اگر آپ اُس کو سہارا دے دیتے ہیں یا اُس کا سامان اٹھا کر اُس کو پکڑاتے ہیں، تو آپ کا یہ عمل بھی صدقہ ہے۔

"وَالْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ"

"اچھی بات صدقہ ہے۔"

اصطلاحی معنی میں کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، جسے پڑھ کر کوئی شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ لیکن یہاں "کلمہ طیبہ" سے کوئی بھی اچھی اور بھلی بات مراد ہے۔ آپ کسی سے کوئی نیکی کی بات کہتے ہیں، کسی کو ادائیگی حقوق کی تلقین کرتے ہیں، اچھائی کا مشورہ دیتے ہیں، تو یہ کلمہ طیبہ ہے اور صدقہ ہے۔

"وَکُلُّ خُطْوَةٍ تَمْشِیْهَا اِلَی الصَّلٰوةِ صَدَقَةٌ"

"تم جو قدم بھی نماز کے لیے اٹھاتے ہو، وہ صدقہ ہے۔"

اندازہ لگایئے، نماز کے لیے اٹھنے والے ہر ہر قدم کی اللہ کی نگاہ میں کتنی قدر و قیمت ہے، کہ اُسے صدقہ قرار دیا گیا ہے۔ اگر آدمی نماز کے لیے مسجد جا رہا ہے، تاکہ باجماعت نماز ادا کرے، تو اس راہ میں اٹھنے والے ہر قدم پر اُسے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

"وَتُمِیْطُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ صَدَقَةٌ"

"راستہ سے ایذا اور تکلیف دہ چیز کو ہٹانا بھی صدقہ ہے۔"

راستہ پر چلتے ہوئے اگر آدمی کو کوئی تکلیف دہ چیز پڑی دکھائی دے، تو چاہیے کہ اُس کو ہٹادے۔ یہ راستے کا حق ہے۔ آدمی کا یہ عمل بھی صدقہ ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں روح شریعت کو سمجھنے اور اُس کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

[تلخیص: محبوب الحق عاجز]

تنظیم	اسلامی	کا پیغام
نظام	خلافت	کا قیام

جمہوریت نہیں، خلافت!

محمد سمیع

تمہیں پتہ ہے کہ امریکی صدر ابراہام لنکن نے جمہوریت کی کیا تعریف کی تھی؟

ہاں! ہاں! مجھے خوب معلوم ہے۔ اس نے کہا تھا: عوام کی حکومت، عوام کے ذریعہ اور عوام کے لئے جمہوریت کہلاتی ہے۔

پھر بھی تم جمہوریت کے قائل نہیں؟

امریکہ میں ایسی جمہوریت ابراہام لنکن کے دور میں ہوتی ہوگی۔ اب تو وہاں بھی اس قسم کی جمہوریت باقی نہیں۔ اور ہمارے ہاں! جمہوریت تو ایک پرفریب کھیل ہے جو عوام کے ساتھ کھیلا جاتا ہے۔

اچھا یہ بتاؤ، کیا ہمارے ہاں الیکشن نہیں ہوتے؟ کیا لوگ ووٹ نہیں ڈالتے؟ کیا اس کے نتیجہ میں جیتنے والی پارٹی برسرِاقتدار نہیں آتی؟

ہاں! یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں الیکشن انجینئرڈ ہوتے ہیں۔ وہ پس پردہ قوتیں جو بادشاہ گری کا فریضہ انجام دیتی ہیں الیکشن سے قبل ہی منصوبہ بنا لیتی ہیں کہ کسے حکومت میں لانا ہے؟ اس سے کیا کیا کام لینے ہیں؟ ورنہ کیا وجہ ہے کہ مرکز میں حکومت بنانے والی پارٹی صوبوں میں اقلیت میں ہونے کے باوجود وہاں بھی اپنی حکومتیں قائم کرلے۔ صوبہ کی اکثریتی پارٹی کو اقتدار میں آنے سے روکنے کے لئے جوڑ توڑ کا سلسلہ شروع ہو جائے، حالانکہ جن کو اپنے ساتھ ملا کر یہ حکومتیں بنائی جاتی ہیں، ان کی اکثریتی پارٹی کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اگر اپنے ساتھ ملائی جانے والی پارٹی حکومتی پارٹی کے مقابلے میں اکثریت میں ہو تو بھی اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ وزیراعلیٰ تو ہماری پارٹی کا ہوگا۔ البتہ سینئر وزیر تمہاری پارٹی سے لیا جاسکتا ہے، یا پھر چلو ہم مزید احسان تم پر یہ کرتے ہیں کہ گورنری بھی ہم تمہیں سونپ دیتے ہیں۔ دور کیوں جایئے، ابھی جو ماہ فروری میں ہمارے ہاں الیکشن ہوئے تھے اس میں عوام نے اکثریت حاصل کرنے والی پارٹی کو کس لیے ووٹ دیئے تھے، یہ بات سب جانتے ہیں، لیکن اس پارٹی نے حکومت میں آنے کے بعد عوام کے لئے کون سا کارنامہ انجام دیا ہے؟ کیا اس نے قوم کے اب تک کے ناپسندیدہ ترین صدر کو ہٹانے کے لیے مواخذہ کا اہتمام کیا؟ کیسے کیا جاسکتا ہے۔ امریکہ کا ڈر ہے۔ کیا اس نے ججوں کو بحال کیا؟ این آر او کے خاتمہ کا ڈر ہے۔ این آر او امریکہ کی زیر سرپرستی طے پایا ہے۔ امریکہ بھی نہیں چاہتا کہ معزول جج صاحبان بحال ہوں۔ اسے پرویز مشرف کے ہٹائے جانے کا خوف ہے۔ ابھی اسے اس سے

> ایک غیر ملکی ایلچی نے سڑک کے کنارے امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو اپنے کوڑے کو سرہانے رکھ کر سوتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا: عمرؓ تم نے لوگوں کے ساتھ عدل کا معاملہ کیا ہوا ہے، لہٰذا تمہیں کسی کا خوف نہیں۔ ہمارے بادشاہ ظلم کرتے ہیں لہٰذا اپنے محلوں میں سنگین پہروں میں بھی خوف سے لرزہ براندام رہتے ہیں

پتہ نہیں کیا کیا کام لینے ہیں۔ کیا اس نے عوام کو روٹی، کپڑا، مکان مہیا کیا۔ یہ تو اس کی قدرت سے باہر ہے۔ البتہ اس کے قائدین خود عالیشان بنگلوں میں رہتے ہیں۔ قیمتی ملبوسات زیب تن کرتے ہیں اور انہیں صرف روٹی ہی نہیں، اعلیٰ قسم کے کھانے مہیا ہیں۔ وہ شاید اس پر یقین رکھتے ہیں کہ ہم بھلے تو جگ بھلا۔ عوام خواہ مخواہ سمجھتے ہیں کہ ہم ڈوبے تو جگ ڈوبا، حالانکہ ڈوبنا صرف ان کے نصیب میں ہے، چاہے مٹی جیٹی کا پل ہو یا بحیرۂ عرب کی موجیں۔ وہ عمدہ کپڑوں کی بجائے پھٹے پرانے کپڑوں پر بھی گزارہ کرنے کو تیار ہیں لیکن اپنے بچوں کو بھوکا مرتے نہیں دیکھ سکتے۔ لہٰذا مائیں بچوں کو فروخت کر رہی ہیں۔ باپ بچوں کے گردن پر چھری پھیر کر خود بھی موت کو گلے سے لگا رہے ہیں۔ اس کے برعکس حکومت نے چار ماہ میں پانچ مرتبہ پٹرول کی قیمت میں اضافہ کیا، بجلی مہنگی کی، گیس کی قیمت بڑھادی۔ پیپلز پارٹی کہتی ہے کہ حکومت کے پاس سبسڈی برداشت کرنے کے لئے رقم نہیں۔ عجیب بات ہے کہ اپنے اللوں تللوں کے لئے روپیہ پیسہ موجود ہے۔ اربوں روپے بینکوں کے قرضے معاف کرنے کے لئے فنڈ موجود ہے۔ اب کوئی کیسے اعتبار کرلے کہ یہ عوام کی حکومت ہے اور عوام کے لئے ہے۔ یہ تو اشرافیہ کی حکومت ہے جو اپنے ستونوں کی حفاظت کے لئے ہے، جبھی تو مارکیٹ سے آٹا، چینی غائب کردیا جاتا ہے لیکن ذخیرہ اندوزوں پر ہاتھ ڈال کر حکومتی عمارت کو کیسے کمزور کیا جاسکتا ہے۔ جبھی نگراں حکومت ان کی فائلوں کے پیش کیے جانے کے باوجود ان کے خلاف ایکشن نہیں لیتی، حالانکہ عام حکومت کے مقابلے میں نگراں حکومت کی عمر کتنی ہوتی ہے۔ اسے کب اپنے اقتدار کے دوام کی فکر ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں جمہوریت عوام کے لئے نہیں بلکہ خواص کی حکومت خواص کے لئے ہوتی ہے اور یہ دونوں پارٹیاں اپنے مفادات کے حصول میں ہمہ تن مصروف ہوتی ہیں۔ انہیں اتنی فرصت کہاں کہ وہ عوام کے مسائل حل کریں۔ عوام کی حکومت اگر عوام کے ذریعے عوام ہی کے لیے ہو تو عوامی لیڈر کو بلٹ پروف کاروں میں سفر کرنے کی ضرورت نہ ہو بلکہ وہ عوام کے شانہ بشانہ چلتا ہو۔ انہیں خوف کس کا ہوتا ہے؟ ان کا جن پر انہوں نے ظلم کے پہاڑ توڑے ہوں۔ یاد کرو اس وقت کو جب ایک غیر ملکی ایلچی نے سڑک کے کنارے امیر المومنین حضرت عمر فاروق ؓ کو اپنے کوڑے کو سرہانے رکھ کر سوتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔ عمرؓ تم نے لوگوں کے ساتھ عدل کا معاملہ کیا ہوا ہے، لہٰذا تمہیں کسی کا خوف نہیں۔ ہمارے بادشاہ ظلم کرتے ہیں لہٰذا اپنے محلوں میں سنگین پہروں میں بھی خوف سے لرزہ براندام رہتے ہیں۔

چھوڑو بھائی! ہمیں نہیں چاہیے ایسی جمہوریت، جاؤ بی بلی، چوہا لنڈورا ہی بھلا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں آمریت پسند ہے؟ دیکھیں جی، ہم تو جمہوریت کو پسند کرتے ہیں اور نہ آمریت کو۔ ہم تو ایسی حکومت پسند کرتے ہیں جس کے لیڈر "سید القوم خادمھم" کے فلسفہ پر یقین رکھتے ہیں، جس کا وزیراعلیٰ دنیا کو دکھانے کے لئے

اپنے آپ کو خادم اعلیٰ نہ کہے بلکہ صحیح معنوں میں خادم اعلیٰ بن کر دکھائے اور خادم اعلیٰ بھی اپنی پارٹی اور اپنے مفادات کا نہیں بلکہ عوام کا ہو۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ دنیا میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ اپنے آپ کو خلیفۂ رسول ﷺ کہنے والے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ عملاً کر کے دکھایا۔ جب اس بڑھیا نے کہ جس کی آپؓ خلافت سے قبل خدمت کیا کرتے تھے پوچھا، اب میری خدمت کون کرے گا، تو آپؓ نے جواب دیا کہ وہی جو خلیفہ بننے سے قبل آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ اِسی طرح مراد رسول ﷺ حضرت عمر فاروقؓ نے خادم اعلیٰ بن کر دکھایا۔ جب دردزہ میں مبتلا ایک خاتون کی خدمت کے لئے خاتون اول یعنی اپنی زوجہ محترمہ کو لے کر اس کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور بھوکوں کو کھانا کھلانے کے لئے آٹے کی بوری اپنے کاندھے پر لاد کر ان کے گھر پہنچایا۔ حالانکہ ان حضرات نے کوئی روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ نہیں لگایا تھا اور وہ لگا بھی کیسے سکتے تھے جب کہ یہ کام تو خیر الرازقین کا ہے۔ انہوں نے یہ سب کارنامے اس لیے انجام دیئے تھے کہ انسانوں کو ظلم و استحصال اور غربت و افلاس سے نجات دلا کر اپنے اللہ کو راضی کر سکیں۔ خلفاء راشدین کا یہ طرز حکومت ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ اِسے اپنانے سے ہی ہمارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ عوام اور خواص کا فرق مٹ سکتا ہے۔ طبقاتی تقسیم ختم ہو سکتی ہے۔ بنیادی ضروریات زندگی میسر آ سکتی ہیں اور انسانی حقوق صحیح معنوں میں ادا ہو سکتے ہیں۔ خلافت کا تذکرہ اِس لیے نہیں کہ اُس کے واقعات لوگوں کو سنا سنا کر ہم اپنے اسلاف پر فخر کر سکیں، بلکہ اس لیے ہے کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر اپنی آخرت سنوارنے کی فکر کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے ذریعہ کافروں میں یہ واضح طور پر اعلان کروا دیا تھا کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے ہیں۔ لیکن افسوس کہ ہم تو دنیا کے کتے بن گئے ہیں، جبھی تو اغیار کی طرف سے پھینکی گئی ہڈی پر جھپٹتے ہیں، اس سے پہلے کہ کہیں دوسرا کتا اسے لے نہ اڑے۔ حیرت ہے کہ مسلمان دانشور جمہوریت پر اس طرح فدا ہے جیسے کہ واقعی وہ نیلم پری ہو۔ بھائی اغیار کی مسلط کردہ جمہوریت اور سیکولرازم کے پیچھے بھاگنا بند کرو۔ اس سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔ اللہ کے بندے بنو، اللہ کے بندوں کے کام آؤ، اور اللہ کے دیئے ہوئے نظام کو نافذ کرنے کی فکر کرو، اسی میں ہم سب کی نجات ہے۔

بخل: ایک مہلک مرض

جسے اللہ نے اپنے غضب سے پیدا کیا

رحمت اللہ بٹر

شریعت کے تقاضوں اور واجبات میں مال خرچ نہ کرنا، اور اگر کرنا ہی پڑے تو ردی مال دینا اور پھر اس پر دل میں ناگواری محسوس کرنا بخل کی علامت ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا کیا اور اس کی جڑ دوزخ کے درخت زقوم کی جڑ میں داخل ہے اور اس کی کچھ ٹہنیوں کو دنیا میں جھکا دیا۔ جو کوئی اس کی شاخ پکڑتا ہے، وہ دوزخ میں جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ بخل کفر کا ٹکڑا ہے اور کفر دوزخ میں جائے گا۔ آپؐ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: **اللھم انی اعوذ بلک من البخل۔**

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بخل کو بنیادی رذائل میں سے قرار دیا ہے۔ فرمایا:

"اور جس نے بخل کیا اور بے پروا بنا رہا اور نیک بات کو جھوٹ سمجھا، ہم اسے سختی میں پہنچائیں گے اور جب وہ (دوزخ کے گڑھے میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔" (سورۃ اللیل)

سورۃ آل عمران میں فرمایا:

"جو لوگ مال میں جو اللہ نے اپنے فضل سے ان کو عطا فرمایا ہے بخل کرتے ہیں، وہ اس بخل کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں (وہ اچھا نہیں) بلکہ ان کے لیے برا ہے۔ وہ جس مال میں بخل کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر اس کی گردنوں میں ڈالا جائے گا اور آسمانوں اور زمین کا وارث اللہ ہی ہے اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔ اللہ نے ان لوگوں کا قول سن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم امیر ہیں۔ یہ جو کہتے ہیں ہم اس کو لکھ لیں گے۔ اور پیغمبروں کو جو یہ ناحق قتل کرتے رہے ہیں اس کو بھی (قلم بند کر رکھیں گے) اور (قیامت کے روز) کہیں گے کہ عذاب (آتش سوزاں کے مزے چکھتے رہو۔"

انسان بخل کر کے اِس لیے مال جمع کرتا ہے کہ مال کو اپنی زندگی کا سہارا سمجھتا ہے اور پھر وہ اپنے وارثوں کے لئے جمع پونجی چھوڑ کر جانا چاہتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں بخل کی مذمت کی گئی ہے اور واضح کیا گیا کہ یہ رویہ لوگوں کے حق میں بہتر نہیں ہے، بلکہ روز قیامت حسرت کا سامان بنے گا اور حق ادا نہ کرنے کی پاداش میں ان کی گردنوں میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا، اور دیکھو، وارثت تو ساری اللہ تعالیٰ کو منتقل ہونے والی ہے، اور وارث حقیقی تو تمہیں یہ ہدایت کر رہا ہے کہ مال کو جمع نہ کرو اور وراثت میں نہ چھوڑو بلکہ اِسے خرچ کر کے اپنی اخروی زندگی کو سنوارنے کا ذریعہ بناؤ۔ سورۃ محمد میں فرمایا گیا:

"دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے تو وہ تم کو تمہارا اجر دے گا اور تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا۔ اگر وہ تم سے مال طلب کرے اور تمہیں تنگ کرے تو تم بخل کرنے لگو اور وہ (بخل) تمہاری بدنیتی ظاہر کر کے رہے۔ دیکھو تم وہ لوگ ہو کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلائے جاتے ہو تو تم میں ایسے شخص بھی ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں۔ اور جو بخل کرتا ہے اپنے آپ سے بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج۔ اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں وسائل حیات اور اموال کی حقیقت کو بالکل کھول کر بیان کر دیا ہے، وہ اموال کہ جو اللہ نے اِس چند روزہ زندگی کے لئے انسان کو مہیا کیے ہیں۔ اگر پھر بھی انسان ان کو خرچ کر کے اجر نہیں کماتا تو سخت نادانی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

انسان جب خود بخل کی روش اختیار کرتا ہے تو دوسروں کو بھی یہ مشورہ دیتا ہے کہ وہ بھی اپنا مال بچا کر رکھیں کہ یہی مال آنے والے حالات میں اُس کے کام آئے گا۔ سورۃ النساء میں انسان کی اِس کمزوری اور اِس کے انجام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بخل سکھائیں اور جو (مال) اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے، اسے چھپا چھپا کے رکھیں اور ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (آیت 37)

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں جو کچھ بھی دے رکھا ہے وہ آزمائش کے لئے ہے۔ اگر اللہ نے اپنے بندوں کی مالی حیثیت میں تفاوت رکھا ہے، یعنی بعض کو بعض پر فضیلت دی اور درجات عطا کئے تو یہ بھی اس لیے ہے کہ وہ انہیں آزمائے۔ اب جو لوگ اللہ کے عطا کردہ مال میں سے ضرورت مندوں کے حقوق ادا نہیں کرتے بلکہ بخل کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہ سخت گھاٹے میں ہیں۔ حقیقتاً کامیاب لوگ وہی ہیں جو لالچ اور بخل سے بچے رہیں۔ فرمایا:

”اور جو شخص طبیعت کے بخل سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔“ (التغابن:16)

دنیا میں اکثر قتل زر و دولت ہتھیانے کے لیے کیے جاتے ہیں۔ اس لیے ہمیں مال کے لالچ سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے اندھیروں میں سے ہے اور مال کے لالچ سے بچو، کیونکہ اس لالچ اور حرص نے پہلوں کو ہلاک کیا ہے، ان کو خون بہانے اور حرام کو حلال ٹھہرانے پر اکسایا۔“ (رواہ مسلم)

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا:

”انسانوں پر جب دن طلوع ہوتا ہے تو دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں ایک یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدل عطا فرما اور دوسرا دعا کرتا ہے، خرچ نہ کرنے والے کے مال کو تلف فرما۔“ (متفق علیہ)

رسول اللہ ﷺ نے گویا اس فرمان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور ناراضی کو واضح فرمایا ہے کہ کس طرح خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ دنیا میں انسانوں کو اور زیادہ عطا کرتا ہے اور بخل کرنے پر اس کے مال میں بے برکتی پیدا کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ان دو انسانوں کی ہے جنھوں نے زرہ پہن رکھی ہے اور زرہ نے ان کے ہاتھوں کو ان کی چھاتیوں اور ان کے سینوں کی جانب جکڑ دیا ہے۔ صدقہ دینے والا جب صدقہ عطا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ کشادہ ہو جاتی ہے اور بخیل جب صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو زرہ سمٹ جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنی اپنی جگہ پر کس جاتا ہے۔“ (متفق علیہ)

ایک اور حدیث میں ہے:

”اے آدم کے بیٹے اگر تو ضرورت سے زائد مال خرچ کرے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے اور اگر تو اس کو روک رکھے تو تیرے لیے برا ہے، اور بقدر ضرورت روکنے پر ملامت نہیں ہے۔ مال خرچ کرنے کی ابتدا اپنے اہل و عیال سے کرو۔ اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔“

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

”تین ہلاک کرنے والی چیزیں ہیں: ایسا لالچ جس کو قبول کیا جائے، ایسی خواہش جس کی پیروی کی جائے اور انسان کا اپنے آپ کو کچھ سمجھ بیٹھنا۔

بخل کا علاج صبر اور قناعت ہے اور یہ دونوں چیزیں ایمان بالآخرت سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور ایمان بالآخرۃ کا تقاضا یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے تاکہ نہ مال جمع ہو اور نہ لالچ بڑھے۔ آدمی اپنی موت کے بارے میں سوچے کہ اگر کل مر گیا تو جو مال و اسباب جمع کیا ہے وہ میرے کس کام آئے گا۔ وہ اس مال کی حقیقت پر غور کرے کہ یہ تو صرف برتنے کی چیز ہے اور جو برت لیا تو فائدہ اٹھا لیا اور جو دنیا میں جمع کر لیا وہ تو کسی کام نہ آئے گا، اور یہ سوچ کر جب اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا خیال آئے تو فوراً خرچ کر دے۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق الصدقۃ برھان ”اللہ کی راہ میں خرچ کرنا (ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کی) دلیل ہے۔“

نبی اکرم ﷺ اپنی دعاؤں میں بخل سے پناہ مانگا کرتے تھے:

((اللھم اِنّی اعوذبك من البخل والجبن ومن ارذل العمر)) (رواہ مسلم)

”اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں بخل اور بزدلی سے اور عمر کی طوالت سے کہ آدمی ناکارہ ہو رہے۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بخل سے اپنی پناہ میں رکھے اور اللہ کی راہ میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

✿✿✿✿✿

بقیہ: اظہار خیال

وطیرہ بن چکا ہے جبکہ وہ یہ حقیقت نظر انداز کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے جو کسی بھی وقت ان پر برس سکتی ہے۔

جہاں تک پاکستانی قوم کا تعلق ہے تو اس کا اصل مسئلہ قحط الرجال ہے۔ پاکستانی قوم اگرچہ دنیا کی باصلاحیت اقوام میں سے ہے لیکن ملک و قوم کے ساتھ مخلص و بے باک قیادت کے فقدان نے اسے مختلف بحرانوں و مسائل میں الجھا رکھا ہے۔ جونہی اس قوم کو حقیقی قیادت نصیب ہوگی، اس کا شمار ان شاء اللہ دنیا کی عظیم اقوام میں ہونے لگے گا۔

اہل اسلام پر تاریخ میں سب سے کڑا وقت صلیبی جنگوں اور تاتاری یلغار کی صورت میں آیا تھا۔ دونوں غیر مسلم جارح قوتوں کو ابتدائی کامیابیوں کے بعد بالآخر اہل اسلام نے شکست فاش سے دوچار کیا تھا۔ صلیبیوں کے خلاف سلطان صلاح الدین ایوبی کی فتوحات اور معرکہ عین جالوت میں تاتاریوں کو فیصلہ کن اور عبرت ناک شکست اس حقیقت کی گواہی دیتی ہیں۔ حسن اتفاق سے ان دونوں جارح قوتوں کو پسپا کرنے میں ایک دوسرے سے ملحق و متصل ارض شام و مصر کے باشندوں نے فیصلہ کن کردار ادا کیا تھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ اب دور حاضر کی دو سپر پاورز کی شکست ایک آپس میں ملحق و متصل افغانستان و پاکستان کے خطہ کے باسیوں کے نام لکھی جا چکی ہے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عالم اسلام میں سے کوئی ایک قوت ہمیشہ موجود رہے گی جو غیر مسلم جارح قوتوں کی شکست کا باعث بنے گی۔ غیر مسلم جارحین کی یلغار سے بچ نکلنے والی اور انہیں شکست سے دوچار کرنے والی قوت وہی ہو سکتی ہے جو survival of the fittest کے قانون کے مطابق مسلم دنیا میں سے طاقتور ترین ہوگی۔ پاکستان عسکری لحاظ سے عالم اسلام کا مضبوط ترین ملک ہے تو افغان قوم جذبہ جہاد کے لحاظ سے ممتاز ترین ہے۔ ان دونوں کا اتحاد اور ملاپ اس خطہ کو اُمت مسلمہ میں سے ناقابل تسخیر قوت بنا دیتا ہے، جس کا واضح ثبوت روس کے خلاف کامیاب جہاد ہے۔ یہ خطۂ ارضی امریکا جیسی متکبر سپر پاور کے عزائم بھی خاک میں ملا سکتا ہے بشرطیکہ یہ ماضی کی طرح ایک بار پھر بھرپور اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ دریائے کابل و سندھ کا سنگم غالباً اسی حقیقت کا ایک حسین مظہر و پیامبر ہے۔

✿✿ضرورت رشتہ✿✿

☆ بیٹی، عمر 26 سال، صوم صلوٰۃ کی پابند اور امور خانہ داری میں ماہر، تعلیم بی۔ اے کے لئے کراچی میں رہائش پذیر اردو اسپیکنگ فیملی سے رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:

محمد سمیع، دفتر: 021-4993464 گھر: 021-6920581

☆ لاہور میں رہائش پذیر مغل فیملی کو لندن میں مقیم بیٹے، ملازمت پیشہ عمر 31 سال، تعلیم الیکٹریکل انجینئر، قد 6 فٹ 1 انچ کے لیے دینی مزاج کی حامل خوب سیرت اور خوبصورت، تعلیم یافتہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-6555553 0321-9475169

بوسنیا کی تنظیم ملتِ اسلامیہ

سید قاسم محمود

"سلافی نسل کا اتحاد" ایک جذباتی نعرہ تھا جسے سرب لیڈروں نے اپنا سیاسی اقتدار قائم کرنے لیے لگایا تھا۔ اِس نعرے کے بہاؤ میں وقتی طور پر وہ تمام قومیں بہہ گئیں جن کی اصل نسل سلاف تھی۔ مثلاً سرب، کرواٹس، سلوونی اور ماؤنٹی نیگرو وغیرہ۔ مذہب کے لحاظ سے یہ قومیں 397ء سے عیسائیت کے دو بڑے فرقوں میں تقسیم ہو چکی تھیں، آرتھوڈکس اور کیتھولک۔ یہ دو بڑے فرقے صرف مذہبی عقائد وافکار ہی میں باہم مختلف نہ تھے، بلکہ اُن کی تہذیب وثقافت، زبان وادب اور سیاست ومعاشرت بھی باہم متضاد ہو چکی تھی۔ ایک کا تعلق رومن تہذیب اور رومن چرچ سے تھا، اور دوسرے کا بازنطینی تہذیب اور مشرقی چرچ سے تھا۔ سلافی اتحاد کے وقتی نعرے نے اُن کو یکجا کر دیا، مگر بہت جلد اِس کے اثرات زائل ہو گئے اور سربوں اور کروٹیوں کے مابین سیاسی کشمکش نے جنم لیا۔ کروٹیوں کو محسوس ہوا کہ سربوں نے انہیں دھوکا دیا ہے اور وہ درحقیقت ان کے سیاسی مفادات کے آلۂ کار بن گئے ہیں۔ 1929ء میں ان دونوں کی نسلی جنگ عروج پر پہنچ گئی۔ بعض یورپی طاقتیں بھی اِس جنگ کو ہوا دے رہی تھیں۔

بوسنیا کے عالم عبداللہ اسماعیلچ کی تحقیق کے مطابق یوگوسلاویہ کا نسلی مسئلہ تین پہلوؤں پر محیط تھا۔ موصوف لکھتے ہیں:

1۔ اتحادِ سلاف کے وجود میں آتے ہی یہ بات نمایاں ہو گئی کہ سربوں اور کرواٹوں کے درمیان ہم آہنگی ناممکن ہے۔ اتحاد کے فوراً بعد کرواٹ کو یہ احساس ہو گیا کہ اُن کے ساتھ دھوکا ہُوا ہے، کیونکہ سرب جن کو عددی اکثریت حاصل ہے، انہوں نے اپنے حق سے زیادہ حکومت کے اندر مناصب سمیٹ لیے ہیں، چنانچہ کرواٹ مسلسل یہ جدوجہد کرنے لگے کہ انہیں خودمختاری زیادہ سے زیادہ دی جائے۔ زغرب (جو کروشیا کا دارالحکومت ہے) مملکتِ سلافیہ کے قیام کے بعد ہی لبرل اپوزیشن کا گڑھ بن گیا اور اُس نے بلغراد سے یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ سلاف یونین کے اندر پائی جانے والی دیگر اقوام کے بارے میں اپنی پالیسی بدلے۔ زغرب اور بلغراد بڑی سُرعت کے ساتھ دو حریف مرکز بن گئے اور مذہبی وقومی جذبات نے اس مسئلے کو شدت سے بھڑکا دیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ سربوں اور کرواٹ کے مابین باہمی عداوت واختلاف کی جڑیں صدیوں تک پھیلی ہوئی ہیں اور قومی اختلاف کے ساتھ مذہبی اختلاف نے دونوں کو ایک دوسرے کی ضد بنا دیا ہے۔ 395ء میں جب سلطنت روما ختم ہوئی اور اس کے دو ٹکڑے ہوئے تو سرب بازنطینی سلطنت اور آرتھوڈکس چرچ سے وابستہ ہو گئے اور کرواٹ رومن سلطنت سے وابستہ رہے اور کیتھولک چرچ کو اپنا قبلہ بنایا اور اس مذہبی اختلاف اور مشرق ومغرب کی تفریق نے اُن کی تہذیب وثقافت اور زبان وادب پر بھی غیر معمولی اثر ڈالا۔ کرواٹ نے لاطینی رسم الخط اختیار کر لیا اور سربوں نے گریک رسم الخط کو اپنی ثقافت کی بنیاد بنایا۔

2۔ بوسنیا کے لوگ، جن کو تاریخ بشناق کہتی ہے، بوگومیلی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ نسل بلغاریہ سے نقل مکانی کر کے یہاں آئی۔ سرب یا کرواٹ نسل سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ صرف اتنا ذور کا تعلق ہے کہ یہ بوگومیلی بھی قدیم اصل کے لحاظ سے سلاف ہی کی ایک شاخ ہیں، ورنہ اُن کی زبان اور اُن کا مذہب ان دونوں سے الگ تھلگ ہے۔ پہلے یہ بوگومیلی چرچ کے پیرو تھے، اور جب وہاں عثمانیوں کے ذریعے اسلام پہنچا تو قومی پیمانے پر مسلمان ہو گئے اور اُن کی تہذیب وثقافت اور زبان وادب میں بھی تبدیلی آ گئی۔ انہوں نے بشناقی رسم الخط چھوڑ کر عربی رسم الخط اختیار کر لیا اور بوگومیلی کہلانے کی بجائے مسلمان کہلانے لگے۔

3۔ یوگوسلاویہ کی مملکت میں نسلی اقلیتیں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں جو اکثریتی نسلوں کے ساتھ مساویانہ حقوق کا مطالبہ کرتی ہیں اور اس کے لیے جدوجہد کرتی رہتی ہیں۔ بڑی بڑی اقلیتیں یہ ہیں:

ویووونیا (سربیا کا ایک صوبہ) میں ہنگری اور جرمن اقلیت، مقدونیہ کوسوو میں البانوی آبادی سربیا مقدونیہ اور بوسنیا میں گوجر اقلیت۔ مغربی مورخین بوسنیا کے مسلمانوں کو ترک کہتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ لوگ اُن ترکوں کی اولاد ہیں جو عثمانی عہد میں یہاں آ کر بسے تھے۔ "گجر" کو عرب مورخین "غجر" کہتے ہیں۔ یہ خانہ بدوشوں کی ایسی قوم ہیں جو پورے مغربی اور مشرقی یورپ میں پائی جاتی ہے۔ یہ زیادہ تر مسلمان ہیں۔ دوسری طرف کروشیا، بوسنیا وہرزیگووینا اور مقدونیہ میں سرب اقلیت میں ہیں۔ خود سربیا اور ماؤنٹی نیگرو میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ یہ اقلیتیں جو ایک علاقے میں اکثریت میں ہوتی ہیں اور دوسرے میں اقلیت بن جاتی ہیں، یوگوسلاویہ کی بے چینی کا اصل سبب بنی رہی ہیں۔

مملکت سلافیہ کے حاکم اعلیٰ بادشاہ الیگزنڈر کراجا جوورج نے 1921ء کے دستور کو یک دم منسوخ کر دیا اور اپنی آمریت قائم کر لی اور قومی جنگ (جو مذکورہ بالا اقوام کے درمیان پہلے سے چھڑی ہوئی تھی) کو روکنے کے لیے اس نے متعدد اقدامات کیے۔ اُس نے تمام باشندوں کو صرف ایک زبان اور ایک رسم الخط کا پابند کر دیا۔ مملکت کا نام SHS (یعنی مملکت سرب، کرواٹ، سلوونی) کی بجائے "مملکت یوگوسلاویہ" رکھ دیا یعنی جنوبی سلافیوں کی مملکت۔ تمام سیاسی پارٹیوں کو ممنوع قرار دے دیا۔ نیز آمر بادشاہ کی حکومت نے، جس پر درحقیقت سربوں کا غلبہ تھا، نیا سیاسی اور انتظامی ڈھانچا نافذ کرنے کی کوشش کی، جس میں اس نے مختلف نسلی گروپوں کے درمیان پائے جانے والے تمام تاریخی امتیازات نظر انداز کر دیے۔ اِن اندھا دھند سیاسی اقدامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1934ء میں شاہ الیگزنڈر کسی کرواٹ کی گولی کا نشانہ بن گیا۔

1939ء میں سرب اور کرواٹس کے مابین ایک نیا معاہدہ طے ہوا، جس کی رُو سے کروشیا کو مکمل داخلی خودمختاری دے دی گئی اور ان سارے علاقوں پر کرواٹیوں کا اقتدار تسلیم کر لیا گیا، جن میں اُن کی آبادی سربوں کی آبادی سے زیادہ تھی، بلکہ مسلمانوں کے وجود کو نظر انداز کرتے ہوئے بوسنیا وہرزیگووینا کے مُسلم علاقے بھی کروشیا میں شامل کر دیے گئے، حالانکہ بعض علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی 90 فیصد تھی۔ یوں مسلمان کبھی سربوں اور کبھی کرواٹیوں کی

آمریت کی زد میں آتے رہے اور وہ اپنے اصلی وطن بوسنیا و ہرزیگووینا پر بھی اپنی سیادت سے محروم کر دیئے گئے۔ ان کے اقتصادی و معاشرتی حقوق تو پہلے ہی مسلوب تھے۔ اس کے بعد تو وہ گوشۂ گمنامی میں جا پڑے۔ دوسری جنگِ عظیم تک مسلمانوں کی یہی حالت رہی۔

دوسری جنگِ عظیم چھڑ گئی۔ اس دوران میں 25 مارچ 1941ء کو یوگوسلاویہ کی حکومت نے جرمنی کے دباؤ کے تحت نازیوں کے ساتھ ایک مشترکہ الائنس پر دستخط کیے، جس کے بعد 1941ء میں جرمن فوجیں بلغراد میں داخل ہوئیں اور حکمران شاہی خاندان کو جلاوطنی پر مجبور کیا اور یوگوسلاویہ کے اندر جرمنی کی نگرانی میں فسطائی ریاست قائم ہو گئی جس میں پورا سلوویتیا، کروشیا اور کچھ حصہ بوسنیا و ہرزیگووینا کا شامل کیا گیا۔ اِس ریاست کا نام ''آزاد کروشیا ریاست'' رکھا گیا۔

چنانچہ جرمن فوجوں کے خلاف مضبوط مزاحمتی گروپ تشکیل دیئے گئے۔ یہ گروپ دو قسم کے تھے۔ ایک قسم تو وہ تھی جس میں یوگوسلاویہ کی شاہی فوج شامل تھی۔ اِس قسم کو چیٹنک کہا جاتا ہے۔ اِس کی کمان میلووک کے پاس تھی۔ دوسری قسم نیشنل لبریشن آرمی تھی، جس کی قیادت جوزف ٹیٹو کر رہا تھا۔ (یہ ٹیٹو کروات تھا 1892ء میں پیدا ہوا۔ یوگوسلاویہ کی کمیونسٹ پارٹی کا جنرل سیکرٹری بن گیا۔ 1945ء میں یوگوسلاویہ کی نازیوں سے آزادی کے بعد وزیر اعظم بن گیا۔ وزارتِ دفاع بھی اُس کے ہاتھ میں تھی اور فوجوں کا کمانڈر بھی تھا۔ 1953ء میں یوگوسلاویہ کا صدر بن گیا۔ 1980ء میں اپنی موت تک وہ صدر بنا رہا۔ غیر جانب دار تحریک کا داعی بن کر ابھرا۔ انڈیا کا پنڈت نہرو اور مصر کا جمال عبدالناصر اس کے ساتھی تھے اور تینوں نے اپنی زندگی میں مسلمانوں کو کچلنے اور دبانے اور دنیا میں یہود کے مقاصد کو بروئے کار لانے میں پوری کوشش کی۔)

پہلی قسم کے گروپ سرب آرتھوڈکس تھے، اور دوسری اُن عناصر پر مشتمل تھی جن کی تنظیم و تربیت سربیا سے باہر ہوئی تھی اور کمیونسٹ نظریات کے علم بردار تھے۔ ان دونوں طرح کے گروپوں کے مابین شدید مناقشت، بلکہ مخاصمت چل رہی تھی۔ اسی دوران ایک تیسری طاقت اُبھر آئی، جسے اُستاشا موومنٹ (Ustase) کہا جاتا ہے۔ یہ کروشیا کے وطن پرست نوجوانوں کی تنظیم تھی جو نازی ازم کے حامی تھے۔ اِس مسابقت و مخاصمت کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوری قوم خانہ جنگی میں مبتلا ہو گئی اور ایک نسلی گروپ دوسرے نسلی گروپ کو تباہ و برباد کرتا رہا۔ مسلمان دونوں گروپوں کے شکار ہوتے رہے۔ سربوں کی چیٹنک ملیشیا کے ہاتھوں بوسنیا و ہرزیگووینا اور سنجق اور کوسووو میں مسلمانوں کا جو قتلِ عام ہوا، اُن کی تعداد پانچ لاکھ کے قریب تھی۔ نازیوں نے بھی بڑا ظلم و ستم کیا۔ اُن کے ہاتھوں صرف دو سال (1940۔ 1941ء) میں ایک لاکھ بیس ہزار مسلمان موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے۔ نازی کیمپوں میں باقاعدہ رجسٹر اندراج کے ذریعے لوگوں کو نمبروار قتل کیا گیا۔ موت کے ان کارخانوں میں مسلمان خواتین کے چہرے نوچ لیے جاتے اور اُن کی عصمتیں لوٹ لی جاتیں اور مردوں کی کہنیوں تک کی کھال کھینچ لی جاتی۔ اس طرح عورتوں سے پردے کا اور مردوں سے وضو کا انتقام لیا گیا۔

جنگ کے دوران ہی 29 نومبر 1943ء کو مارشل ٹیٹو نے بوسنیا کے ایک شہر جاجسی (Jajce) میں عارضی حکومت تشکیل دے دی۔ یہ حکومت دراصل اُس دولتِ یوگوسلاویہ کے قیام کی تمہید تھی جو دو سال بعد ہی چھ جمہوریتوں پر مشتمل وجود میں آنے والی تھی۔ چنانچہ 1924ء میں جب یوگوسلاویہ کے آخری بادشاہ کو بھی تاج و تخت سے الگ کر دیا گیا تو 29 نومبر 1945ء کو ''یوگوسلاویہ فیڈرل ری پبلک'' کی حیثیت سے منصہ شہود پر آ گیا۔ اِس کا دستور 24 جنوری 1946ء کو نافذ کیا گیا جو سوویت یونین کے 1936ء کے دستور کا چربہ تھا جس میں جزوی تبدیلی کر دی گئی تھی۔

پچاس کے عشرے کے آخری سال اِس لحاظ سے یوگوسلاویہ کی معاصر تاریخ کے اہم سال ہیں کہ اِن سالوں میں مذہب و نسل کے امتیاز کے بغیر یوگوسلاویہ کی تمام قومی اور وطنی تحریکوں اور کمیونسٹ نظریات کے حامل گروپوں کے مابین شدید تصادم ہوئے۔ کمیونسٹوں نے چیٹنک موومنٹ اور استاشا موومنٹ دونوں کے خلاف زبردست پروپیگنڈا مہم چلائی اور دونوں کی وطن پرستی کو مشکوک بنا کر رکھ دیا۔ وہ دراصل اس طرح قومی احساسات کی ترجمانی کرنے والے تمام ماڈلوں کو راستے سے ہٹانا چاہتے تھے۔

مسلمان بے چارے دونوں طرف سے پس رہے تھے۔ دنیا کی کوئی طاقت اُن کی مدد کرنے والی نہ تھی۔ پچھلی کسی قسط میں بیان ہو چکا ہے کہ آسٹریا، ہنگری دورِ اقتدار میں مسلمانوں کے رہنما مفتی موستار علی فہمی نے 1900ء میں بوسنیا و ہرزیگووینا کے مسلمانوں کے حقوق کے لیے جنگ لڑی تھی۔ مفتی علی فہمی قانونی اور سیاسی امداد حاصل کرنے کے لیے جب استنبول گیا تو ہنگری حکام نے اُسے واپس بوسنیا میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد 1906ء میں علی بیگ فردوس نے مسلمانوں کی قیادت سنبھالی اور ''تنظیم ملتِ اسلامیہ'' قائم کی اور اسے بذریعہ جمہوری انتخاب مضبوط و محکم بنیادوں پر اُستوار کیا۔ اُن کی جدوجہد کے نتیجے میں مسلمانوں کے اوقاف کی تنظیم ہوئی، جس میں اوقاف کی حفاظت اور اس کے مقاصد کو بروئے کار لانے کا طریقۂ کار بیان کیا گیا ہے۔ اِسے ''قانون وقفِ معارف'' کہتے ہیں۔ اِس قانون کی رُو سے عام اوقاف اور مدارس اور اعلیٰ تعلیمی اداروں کے اوقاف کی نگرانی کے لیے ایک سپریم کونسل بنائی گئی جو نامزد آٹھ سرکاری ارکان (رئیس العلماء، چھ مفتی اور ایک ناظم مجلسِ اوقاف) اور 24 غیر سرکاری ارکان پر مشتمل تھی۔ سپریم کونسل کا صدر ''رئیس العلماء'' ہوتا تھا۔ یہ نظم اگرچہ وقف اور دینی تعلیم تک محدود تھا، مگر اس نظم کی بدولت مسلمانوں کا دینی تشخص، تہذیبی ادارے اور دینی تعلیم کی حفاظت و ترقی کا کچھ انتظام ہو گیا۔ رئیس العلماء کو حکومت نامزد کرتی تھی، اور بہت سے معاملات میں حکومت کی مداخلت ہوتی رہتی تھی۔ تاہم مسلمانوں کے لیے یہ نظام غنیمت تھا۔ اس کے ذریعے مسجدیں اور مدرسے قائم کرنے کا راستہ کھل گیا۔ 1909ء سے لے کر 1930ء تک یہ قانون جاری رہا۔ ''تنظیم ملتِ اسلامیہ'' کی سرگرمیاں نہ صرف بوسنیا و ہرزیگووینا تک تھیں، بلکہ سربیا، مانٹی نیگرو اور مقدونیہ میں بھی اس کے اثرات تھے۔

علی بیگ فردوس کے بعد تنظیم ملتِ اسلامیہ کی سربراہی ایک اور مضبوط شخصیت کے ہاتھ آ گئی۔ یہ ڈاکٹر محمد سپاہو (Spaho) تھے۔ 1936ء میں نیا آئین نافذ ہُوا تو مسلم وقفِ معارف کے قانون میں بھی کچھ تبدیلیاں ہوئیں۔ مگر ڈاکٹر محمد سپاہو اور اُن کے ساتھیوں کی مدد سے مسلمانوں نے اپنے مذہبی اداروں کو بچانے کی بڑی کوشش کی۔ اس نئے آئین کے تحت اسلامی کمیونٹی کی نمائندگی مندرجہ ذیل اداروں کے ذریعے ہوئی:

مجلس جماعۃ العلماء، اصلاحی وقف کمیشن، سراجیوو اور سکوپیا میں مجلسِ علماء وقفِ معارف کی سپریم کونسل، وقف بورڈ، اور پھر رئیس العلماء اپنی پوری کونسل کے ساتھ یا چیدہ افراد کے ساتھ۔ رئیس العلماء کی سرکاری سکونت گاہ سراجیوو میں تھی۔ مفتی کا عہدہ منسوخ کر دیا گیا۔ یہی وہ تنظیم تھی جس کے ذریعے تنظیم ملتِ اسلامیہ (یوگوسلاوی مسلم آرگنائزیشن) نے محمد سپاہو کی قیادت میں مسلمانوں کو سنبھالا اور ملک کے اندر مسلمانوں کا ایک مقام پیدا کر لیا۔

(جاری ہے)

امریکہ کا اگلا ہدف کون؟

پاکستان، ایران یا شام؟

محمد نذیر یٰسین

ان دنوں مستقبل قریب میں پاکستان کے قبائلی علاقہ جات پر امریکا کے ممکنہ حملے کا بہت چرچا ہو رہا ہے۔ اکثر و بیشتر دانشور، ماہرین اور تجزیہ نگار اسی خدشے کا اظہار کر رہے ہیں۔ اس کی ایک بڑی وجہ نومبر 2008ء میں منعقد ہونے والے امریکی صدارتی انتخابات ہیں۔ قیاس آرائی یہ ہے کہ صدر بش اپنی باعزت رخصتی اور ریپبلکن پارٹی کو جتوانے کے لئے الیکشن سے پہلے کوئی بڑی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ممکنہ کامیابی عراق، ایران، شام، افغانستان اور یا پھر پاکستان میں کسی غیر معمولی مہم جوئی کی صورت میں حاصل کئے جانے کا امکان ہے۔ عراق اور افغانستان کے محاذوں سے تو امریکیوں کے لئے کسی نئی خوشخبری کی امید اب بہت کم دکھائی دے رہی ہے۔ البتہ اب ایران، شام اور پاکستان کے خلاف کاروائی کے لئے فضا کافی عرصہ سے ہموار کی جا رہی ہے، لہٰذا کسی نئی مہم جوئی کا ہدف انہی ممالک میں سے کوئی ایک ہو سکتا ہے۔ ایران و شام پر امریکی حملے کا مقصد ان کی ایٹمی تنصیبات (اگر واقعی ان کا کوئی وجود ہے کیونکہ عام خیال یہی ہے کہ شام میں تو ایسی کوئی بھی چیز نہیں ہے) کو تباہ کرنا ہوگا، جبکہ پاکستان پر امریکی حملے کا اوّلین ہدف طالبان مجاہدین کی سرکوبی اور آخری ٹارگٹ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو نشانہ بنانا، اور ان کو اپنے کنٹرول میں لینا ہے۔

ان تین ممکنہ اہداف میں سے کسے ترجیح دی جائے گی، اس کے بارے میں حتمی طور پر کچھ کہنا ممکن نہیں۔ تاہم کچھ قوی دلائل اور آثار و قرائن ایسے ہیں، جن کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان پر فوری امریکی حملے کا امکان ایران و شام کی نسبت بہت کم ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں:

☆ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت مسلمہ ہے، جبکہ ایران و شام ابھی اس صلاحیت کے حصول کے لئے تگ و دو کر رہے ہیں۔ پاکستان و ایران کی نسبت شام کی دفاعی پوزیشن خاصی کمزور ہے۔ انسان کی عمومی فطرت اور اب تک کی امریکی روش کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ آسان تر ہدف کو ہی ترجیح دے گا۔

☆ پاکستان کے حکمران امریکہ کے ساتھ تعاون، مفاہمت اور عدم مزاحمت کا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ایرانی و شامی قیادت ابھی تک امریکیوں کے سامنے واضح طور پر جھکنے یا بکنے کے لئے تیار دکھائی نہیں دیتی۔

☆ پاکستانی حکومت پر مختلف اقسام کے دباؤ ڈال کر اسے قابو میں رکھا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر بھارت یا افغانستان میں سے کسی ایک کو پاکستان کے خلاف جنگ کی شہ دی جا سکتی ہے۔ اُسے اپنی عسکری قوت سے خوف زدہ کیا جا سکتا ہے یا اندرونی طور پر عدم استحکام پیدا کرتے ہوئے ہماری حکومت کو بلیک میل کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان کو کنٹرول میں رکھنے کا ایک اور اہم حربہ اس پر معاشی دباؤ میں اضافہ کی صورت میں بھی موجود ہے۔ ارب ہا ارب ڈالرز کے قرضے میں جکڑا ہوا پاکستان عالمی مالیاتی اداروں کا دباؤ برداشت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ ایرانی حکومت کو تو فی الحال اس قسم کے کسی خطرہ کا سامنا نہیں ہے۔ البتہ شام کے اسرائیل و لبنان کے ساتھ سرحدی تنازعات موجود ہیں۔

☆ پاکستان پر کسی بڑے امریکی حملہ کی صورت میں نہ صرف امریکیوں کے خلاف پہلے سے موجود نفرت میں غیر معمولی اضافہ ہوگا، بلکہ یہاں موجود طاقتور جہادی عناصر کو مزید پذیرائی ملے گی، جس کا نتیجہ اسلام پسندوں کے سیاسی غلبہ کی صورت میں برآمد ہو سکتا ہے۔ غالب امکان ہے کہ امریکی یہ خطرہ مول لینا پسند نہیں کریں گے۔

☆ پاکستان پر حملے کی صورت میں اگر پاکستانی قیادت دلیرانہ مزاحمت پر آمادہ ہو جاتی ہے تو اس بات کا قوی امکان ہوگا کہ امریکی جارحیت کا شکار اور اس کی پالیسیوں سے نالاں ایران سمیت بہت سے مسلمان ممالک پاکستان کو امریکی جارحیت کے خلاف آخری مضبوط چٹان خیال کرتے ہوئے بھرپور مالی و فوجی کمک پہنچائیں، جس کے نتیجہ میں عالم اسلام کے اتحاد کی راہ بھی ہموار ہو سکتی ہے۔ پاکستان کا آزمودہ حلیف چین بھی اس خطے میں امریکی اثرات کے پھیلاؤ کی روک تھام کے لئے اس کی مدد کو پہنچ سکتا ہے۔ اس موقع پر امریکا کا دیرینہ حریف روس بھی اس جنگ میں اپنا کردار ادا کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے، جس کی وجہ سے اس جنگ کا دائرہ وسیع ہو سکتا ہے اور نوبت عالمی جنگ یا ایٹمی جنگ تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ امریکی ایسی کسی صورتحال کے پیدا ہونے کے متحمل نہیں ہو سکتے، بلکہ پاکستان کو اندرونی طور پر مزید کمزور اور بین الاقوامی طور پر بالکل تنہا کرنے کی پالیسی کو ترجیح دیں گے۔

☆ پاکستان و شام کی بجائے ایران پر حملہ کو اس بنا پر ترجیح دی جا سکتی ہے کہ (امریکیوں کے خیال میں) شیعہ مملکت ہونے کی وجہ سے ایران کو عالم اسلام کی طرف سے ویسا تعاون حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ پاکستان کو ایک سنی مملکت ہونے کی بنا پر مسلم دنیا سے حاصل ہونے کی امید ہو سکتی ہے۔

☆ اس ترجیح کی ایک اور بڑی وجہ امریکا اور اسرائیل کی یہ شدید خواہش بھی ہو سکتی ہے کہ عراق کی طرح ایران و شام کی ایٹمی تنصیبات کو بھی جتنا جلد ہو سکے، تباہ کر دیا جائے تاکہ یہ دونوں ممالک پاکستان کی طرح ایٹمی ہتھیار بنانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

☆ اس سارے معاملہ میں اسرائیل کو ایرانی و شامی خطرے سے محفوظ و مامون رکھنے کا فیکٹر نہایت فیصلہ کن ثابت ہو سکتا ہے کہ بقول اقبال ؎ فرنگ کی رگ و جان پنجہ یہود میں ہے۔

مذکورہ عوامل کی بنا پر یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ امریکا پاکستان کے خلاف کوئی فیصلہ کن کارروائی کرنے سے پہلے سو بار سوچنے پر مجبور ہوگا۔ پاکستان کے حوالہ سے امریکی گہرے تذبذب کا شکار ہیں، لہٰذا موجودہ حالات میں وہ کسی بڑے رسک کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ پاکستان کے حوالے سے بہترین امریکی حکمت عملی وہی ہو سکتی ہے جو اس وقت اختیار کی گئی ہے یعنی چھڑی اور گاجر (Stick and Carrot) کی پالیسی۔ ہمارے حکمران مفت کی گاجریں کھانے کے شوقین ہیں۔ امریکی چھڑی سے ڈرنا اور پوری قوم کو ڈرانا اُن کا (باقی صفحہ 10 پر)

وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا

پروفیسر حباب احمد خان

لارڈ کرزن (LORD CURZON) برطانوی سیاست دان ہے، جو 1886ء میں دارالعوام کا رکن بنا، 1891ء میں نائب وزیر ہند مقرر ہوا، 1899ء میں ہندوستان کا وائسرائے بنا۔ وائسرائے کی حیثیت سے اس نے اصلاحات نافذ کیں اور شمال مغربی سرحد میں امن قائم کیا۔ 1905ء میں لارڈ کچر سے اختلاف پیدا ہونے کے باعث وائسرائے کے عہدے سے مستعفی ہوگیا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران برطانوی کابینہ میں شامل ہوا اور لارڈ بیلفور کے بعد وزیر خارجہ مقرر ہوا۔ 1922ء میں اسے دوبارہ وزیر خارجہ بنایا گیا اور وزیر خارجہ برطانیہ کی حیثیت سے لوزان کانفرنس (23-1922ء) کی صدارت کی۔

لوزان (LAUSANNE) سوئٹزرلینڈ کی جھیل جنیوا کے شمالی کنارے پر واقع ایک شہر ہے، جو پیرس سے میلان واٹلی جانے والی شاہراہ پر ہے، اسی مقام پر ترکی اور اتحادیوں کے مابین معاہدۂ صلح کے لیے مذاکرات اور کانفرنس ہوئی (24 فروری 1922ء)۔ مذاکرات کے طویل سلسلے کے بعد اتحادیوں اور ترکی میں صلح نامے پر دستخط ہوئے۔ لارڈ کرزن کے کارناموں میں برطانوی ہند میں برار کا الحاق (1902ء)، ایڈورڈ ہفتم کی تخت نشینی کا شاندار دربار منعقدہ دہلی (1901ء)، تبت مہم (1904ء)، تقسیم بنگال (1905ء)، قانون انتقال اراضی پنجاب کا نفاذ، فنون جامعات اور صوبہ سرحد میں قیام امن کے مشہور واقعات میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس طرح پولینڈ اور روس کے مابین سرحدی خط لارڈ کرزن کا تجویز کردہ تھا، اسی لیے اسے کرزن لائن (CURZON LINE) کہا جاتا ہے۔

لارڈ کرزن ان افراد میں تھا، جنہوں نے عثمانی خلافت کے خاتمے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔

جنگ عظیم اوّل کے خاتمے پر مغرب نے اپنے آلۂ کار کے طور پر مصطفی کمال پاشا کو استعمال کیا۔ 3 مارچ 1924ء کی صبح اس اعلان کے ساتھ کہ ''عظیم قومی اسمبلی نے خلافت کے خاتمے اور مذہب کی سیاست سے علیحدگی کے قانون کی منظوری دے دی ہے''، امت مسلمہ کے لیے بیسویں صدی کا سب سے بڑا سانحہ رونما ہوا، جس کے بعد چالیس لاکھ مربع میل پر قائم سرزمین خلافت 50 چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہوگئی۔ اتحاد و یکجہتی کی علامت ''خلافت'' ختم ہوگئی۔ خلافت عثمانیہ کے انہدام کے بعد لارڈ کرزن نے برطانوی پارلیمنٹ میں انتہائی فخر سے کہا:

''حقیقت یہ ہے کہ ترکی تباہ ہو چکا ہے۔ اب وہ کبھی اپنی عظمت رفتہ بحال نہیں کر سکتا، کیونکہ ہم نے اس کی روحانی طاقت کو تباہ کر دیا ہے، یعنی اسلام اور خلافت''۔

خلافت عثمانیہ جس کا ڈنکا مشرق و مغرب میں بجتا تھا، جس کی سرحدیں تینوں براعظموں پر پھیلی ہوئی تھیں، جس کی روح اگرچہ آخری سلاطین کی عیش و نشاط کے باعث بے عملی نے کمزور کر دی تھی۔ دور زوال کی تمام تر

> خلافت عثمانیہ کے انہدام کے بعد لارڈ کرزن نے برطانوی پارلیمنٹ میں انتہائی فخر سے کہا تھا: ''ترکی تباہ ہو چکا ہے۔ اب وہ کبھی اپنی عظمت رفتہ بحال نہیں کر سکتا، کیونکہ ہم نے اس کی روحانی طاقت کو تباہ کر دیا ہے، یعنی اسلام اور خلافت''

حشر سامانیاں عثمانی خلفاء میں در آئی تھی، جس کی وجہ سے وہ دوسروں کے قرض پر اپنا کاروبار حکومت چلا رہے تھے۔ قرض کی مے نے انہیں اس نہج پر پہنچا دیا، جہاں خود مختاری گروی ہوتی چلی گئی۔ مفلوج خلافت آکسیجن کے سہارے زندہ تھی۔ دشمنوں کو یہ حالت بھی گوارا نہ تھی۔ بالآخر مصطفی کمال پاشا سے اس کی جسمانی موت کا اعلان کرانا ضروری سمجھا گیا۔ خلافت کی جسمانی موت کے اعلان نے جہاں دنیا بھر کے کروڑوں مسلمانوں پر سکتہ طاری کر دیا، وہاں لارڈ کرزن اور اس قبیلے کے افراد اور اقوام کے ہاں گھی کے چراغ جلائے گئے۔ 14 مئی 1920ء کو برطانیہ اور اس کے اتحادیوں نے سان رومیوں سیوورے (فرانس) میں ترکی سے معاہدۂ سیورے میں مندرجہ ذیل شرائط منوائیں:

☆ سلطان ترکی اتحادیوں کی حمایت سے استنبول میں حکومت قائم کرے گا ☆ اتحادیوں کو آبنائے پر قبضہ کرنے اور جب چاہیں ایشیائی ترکی کے کسی حصے پر قابض ہونے کا اختیار ہوگا ☆ ترکی کو توڑ کر آرمینیا کی ایک نئی مملکت قائم کر دی جائے گی، جس میں مشرقی اناطولیہ، ارض روم، ترابزون اور آذربائیجان وغیرہ صوبے شامل کر کے حدود کے قیام کے لیے امریکا کو ثالث بنایا جائے گا ☆ ترکی عرب ممالک کے متعلق اپنے تمام دعووں سے دستبردار ہوگا ☆ شام کی نگرانی فرانس، عراق اور اردن کی برطانیہ کو دی جائے گی ☆ اٹلی اودیس ابابا، یونان سمرنا اور مغربی اناطولیہ کو اپنے قبضے میں لے لیں گے۔

اس معاہدے نے خلافت عثمانیہ کے متعلق برطانیہ اور اس کے حلیفوں کے عزائم واضح کر دیے تھے۔ برطانیہ فرانس اور دوسرے اتحادیوں نے سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کر لیے تو برصغیر کے مسلمان راہنماؤں میں ہیجان بپا ہو گیا، جس کے نتیجے میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا۔ اس تحریک میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور مولانا حسرت موہانی جیسے مسلمان قائدین شریک تھے۔

تحریک خلافت کے آغاز کی وجہ یہ بنی کہ جنگ عظیم اوّل کے دوران ترکوں نے اتحادیوں (برطانیہ، فرانس، روس وغیرہ) کے خلاف وسط یورپ کی طاقتوں (جرمنی، آسٹریا اور ہنگری وغیرہ) کا ساتھ دیا۔ برصغیر پاک و ہند کے علاقے پر برطانیہ کی حکمرانی تھی۔ مسلمانوں کے لیے نازک صورت حال پیدا ہوئی، تو انہوں نے برطانوی حکومت سے رابطہ کیا۔ برطانوی حکومت نے مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ نہ خلافت کو گزند پہنچے گی اور نہ ہی مقامات مقدسہ کے لیے کوئی خطرہ پیدا ہوگا، لیکن 1916ء میں انگریزوں نے شریف مکہ سے ساز باز کر کے ترکوں کے خلاف بغاوت کرا دی اور پھر شریف اور اس کے بیٹوں کی مدد سے فلسطین پر بھی قبضہ کر لیا اور عراق میں بھی برطانوی افواج پہنچ گئیں۔ جنگ میں اتحادیوں کی کامیابی کے بعد مسلمانوں کو یقین تھا کہ برطانیہ اپنے وعدے پورے کرے گا، مگر معاہدۂ سیورے کی مذکورہ بالا شرائط نے برطانیہ کے

مذموم عزائم کے متعلق مسلمانوں کو جو شبہ تھا اس کو حقیقت بنا دیا۔ مولانا محمد علی جوہر نے لندن جا کر برطانوی وزیر اعظم سے ایفائے عہد کی درخواست کی، مگر اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ تحریک خلافت شروع ہوئی اور اس نے ملک گیر صورت اختیار کر لی۔ برطانیہ سے ترک موالات اور عدم تعاون کا فیصلہ کیا گیا اور انگریزوں نے عثمانی خاندان کے ایک فرد وحید الدین کو سلطان کا لقب دے کر کٹھ پتلی خلیفہ بنا دیا، مگر مسلمان مطمئن نہ ہوئے۔ اسی اثناء میں کمال پاشا نے ''آزادی'' کی جنگ شروع کی تو برصغیر کے مسلمانوں نے چندہ جمع کر کے لاکھوں روپے ترکوں کی مدد کے لیے بھیجے۔

کمال کی جدوجہد کے نتیجے میں معاہدہ سیورے کا خاتمہ ہو گیا اور ترکوں سے نیا معاہدہ ہوا۔ سلطان وحید کی جگہ نئے سلطان عبدالمجید مقرر ہوئے۔ بظاہر اطمینان کی کیفیت پیدا کر کے مصطفےٰ کمال کے ہاتھوں خلافت کا خاتمہ کر کے سلطان اور اس کے خاندان کو جلاوطن کر دیا گیا۔ جب ترکوں نے خود خلافت کا خاتمہ کر دیا تو برصغیر کے مسلمانوں کی تحریک خلافت بھی دم توڑ گئی۔

تحریک خلافت ختم تو ہو گئی لیکن اس نے خلافت کا خاتمہ کرنے والی منصوبہ ساز برطانوی حکومت کی بنیادیں ہلا دیں اور ایک اسلامی ریاست کے قیام کی ضرورت کا مسلمانوں میں احساس بیدار کر دیا۔ تحریک پاکستان اسی احساس کا عملی اظہار تھا۔ پاکستان دنیا کی واحد مملکت تھی جو اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر قائم ہوئی، برطانیہ کو تقسیم پر رضامند ہونا پڑا لیکن وہ اس آزاد مسلم قوم پر اپنی فکری اولاد کو مسلط کر گیا، جس نے نظریاتی اساس کو ایسا پس پشت ڈالا کہ نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتی پھر رہی ہے اور ''کمال ازم'' کی بھول بھلیوں میں گم استعمار کی دریوزہ گری میں مصروف ہے اور کھیل ہر چڑھتے سورج کے ساتھ بگڑتا چلا جا رہا ہے۔ سامراج اور اس کے گماشتے بھوکے بھیڑیوں کی طرح چاروں طرف سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔

لارڈ کرزن نے خلافت کے سقوط کے وقت یہ کہا تھا کہ ہم نے ترکی کی روحانی طاقت اسلام اور خلافت کو ختم کر دیا۔ آج 85 برس کے بعد خلافت کے نظام سے وہ اب بھی خطرہ محسوس کر رہے ہیں اور لارڈ کرزن کی اولاد میں سے ٹونی بلیئر اور اس کے سرپرست بش نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کی ناکامی پر خلافت کی واپسی کا ڈراوا دے رہے ہیں، کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ خلافت وہ نقطۂ اتحاد ہے جس سے مغرب کے استعماری نظام اور بے خدا تہذیب کو خطرہ ہے۔ مالٹا کے جزیرے میں قید ایک انگریز افسر نے مولانا حسین احمد مدنی سے کہا تھا کہ سارا یورپ دو لفظوں ''خلافت اور جہاد'' سے کانپتا ہے، وہی کپکپی آج بھی طاری ہے۔ 27 رجب کو معراج نبویؐ نے مسلم امہ کو تسخیر اور بلندی کا جو سبق دیا ہے، اسے بھلانے کا خمیازہ 28 رجب 1342ھ کو خلافت کے سقوط کی صورت میں اٹھانا پڑا اور مسلم امہ او آئی سی، عرب لیگ اور دیگر تنظیموں کے باوجود اتحاد و یکجہتی کی قوت سے محروم ہو گئی۔

وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا
اب وقت آ گیا ہے، ہم علامہ اقبال کی اس صدا پر کان دھریں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

✿✿✿✿✿

بقیہ: اداریہ

مفاد یہ ہے کہ چین کو محدود کیا جائے۔ اُس کے لئے اُسے گوادر کی بندرگاہ کی ضرورت ہے۔ اسی لیے آزاد بلوچستان کی تحریک کی پشت پناہی کی جا رہی ہے۔ سوچنے کا مقام یہ ہے کہ جب اسرائیل اپنے تحفظ کے لئے ہم سے ایٹمی صلاحیت چھیننا چاہتا ہے اور امریکہ اپنی سپر میسی قائم رکھنے کے لئے بلوچستان پر قبضہ کرنا ضروری سمجھتا ہے تو ہم کتنی ہی خوشامدیں کر لیں، غلامی اور چاکری کا کوئی بھی انداز اختیار کر لیں، آخر وہ اپنا مفاد ترک کر کے ہماری خوشامد اور غلامی کو کس طرح قبول کر لیں گے۔ ہم پسپا ہوتے ہوتے دیوار سے لگ گئے تو وہ اُس پر بھی بس نہیں کریں گے۔ اپنا مفاد حاصل کرنے کے لئے ہمیں دیوار میں چُن دیں گے۔ اس لیے کہ پاکستان واحد اسلامی ایٹمی طاقت ہے، کہ اگر پاکستان کا خاتمہ ہو جائے، تو عالم اسلامی کی قوت پاش پاش ہو جائے گی۔ حکمران خدارا سمجھیں کہ ایک مطالبہ تسلیم کرنے کا مطلب ہوگا کہ اگلا مطالبہ آ رہا ہے۔ اس لیے کہ انہیں اپنے آخری ہدف تک پہنچنا ہے۔ آپ کو اتنی انگریزی تو آنی چاہیے کہ Do more کا مطلب سمجھ آ جائے، وگرنہ بچپن میں پڑھی وہ کہانی Woflf and the Lamb کو دوبارہ پڑھ لیں اور Wolf کی جگہ اگر بش پڑھ لیں تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے دیرینہ ساتھی، رفیق تنظیم اسلامی، مرکزی انجمن خدام القرآن کے بانی رکن اور سابق ناظم اعلیٰ جناب قمر سعید قریشی کی اہلیہ انتقال کر گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ العزیز

17 اگست (بروز اتوار نماز عصر) تا 23 اگست 2008ء (بروز ہفتہ نماز ظہر) تک

مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور میں ہفت روزہ

مبتدی، ملتزم تربیت گاہ

منعقد ہو رہی ہے، زیادہ سے زیادہ رفقا اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ: 0333-4311226 042-6316638-6366638

نام کتاب: دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار

مصنف: ڈاکٹر ایم اے سلومی

مترجم: محمد یحییٰ خان

ناشر: نگارشات پبلیشرز، 24 مزنگ روڈ، لاہور

قیمت: 350 روپے

تبصرہ نگار: عتیق الرحمٰن صدیقی

11 ستمبر 2001ء کا سانحہ دلخراش اور ہیبت ناک تھا مگر اس کی کوکھ سے جن قیامت خیز سانحوں نے جنم لیا، انہوں نے پوری دنیا بالخصوص عالم اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ امریکہ نے صورت حال کا معروضی جائزہ لیے بغیر رازہائے درون میخانہ سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اسلام کے نام لیواؤں کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا۔ جبر وقہر اور جور وستم کی ایک ایسی آندھی چلی، سفاکیت وبربریت کا ایسا طوفان بپا کیا گیا کہ نہ صرف افغانستان کرچی کرچی ہو کر رہ گیا بلکہ عراق بھی بے گناہوں کے خون سے لت پت ہو کر رہ گیا۔ اسرائیل کی پیٹھ ٹھونک کر فلسطین کا تیاپانچہ کیا گیا، لبنان کا حلیہ بگاڑا گیا اور پاکستان کے امن وچین کو غارت کر کے رکھ دیا گیا۔ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے نام پر لرزہ خیز مظالم کی انتہا کر دی گئی۔ اس سے وہ اسلامی فلاحی تنظیمیں بھی نہ بچ سکیں جو دنیا بھر میں غریبوں، یتیموں، بیواؤں، بیماروں، زلزلوں اور بحری طوفانوں کے مارے ہوئے لوگوں کی بے لوث مدد کر رہی تھیں۔ جو مفلسوں، ناداروں اور پسے ہوئے محروم طبقوں کے زخموں پر پھاہا رکھ رہی تھیں۔ یتیم بچوں کے لیے سکول اور کالج چلا رہی تھیں۔ نیکی، بھلائی، خیر خواہی اور راحت سازی کے جزیرے سجا رہی تھیں۔ ان تنظیموں کو دہشت گردوں کا ساتھی ٹھہرا کر ان کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ان کے دفاتر بند کر دیے گئے اور یوں انہیں بے دست وپا بنا دیا گیا۔

مخیّر تنظیموں بالخصوص مسلمان تنظیموں (این جی اوز) کے ساتھ روا رکھا جانے والا یہ سنگدلانہ اور بہیمانہ رویہ نہایت ہی روح فرسا اور تاسف انگیز ہے۔ ان تنظیموں کی گراں مایہ مساعی پر جو ضرب لگائی گئی، اس سے متاثرین کو شدید نقصان پہنچا ہے اور مزید بے خطا اور معصوم افراد اس سے مسلسل متاثر ہو رہے ہیں۔ نامور محقق ڈاکٹر ایم اے سلوی نے اپنی کتاب Innocent Victoms in the Globel war on Terror میں جسے کہنہ مشق صحافی محمد یحییٰ خان نے "دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار" کے عنوان سے نہایت خوب صورت ترجمے کی صورت میں پیش کیا ہے: ان مظلوم رضا کارانہ تنظیموں کی روداد بیان کی ہے۔

یہ کتاب کیا ہے؟ یہ غریب، نادار، بے کس اور آفت رسیدہ انسانوں کی بے لوث خدمت کرنے والی اسلامی فلاحی تنظیموں کے ابتلاء وآزمائش کی دل دہلا دینے والی سرگزشت ہے۔ پال فنڈلے سابق رکن امریکی کانگریس کے الفاظ میں "یہ انسانی المیے کی ایک ایسی رپورٹ ہے جواب تک تشنہ اظہار رہی ہے۔ فاضل مصنف نے انسانی مصائب کو اپنی منفرد مہارت اور غیر جانبداری کے ساتھ مصدقہ اور مشاہداتی اعداد وشمار کی مدد سے پیش کیا ہے اور حالات وواقعات کا ایک ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ کوئی حساس انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا"۔ ایک طرف اگر مصنف نے حالات وواقعات کی متاثر کن تصویر کھینچی ہے تو دوسری طرف مترجم نے سادہ، سلیس اور دل میں اترنے والا ایسا اسلوب اپنایا ہے کہ کتاب ترجمہ نہیں، ان کی اپنی تالیف معلوم ہوتی ہے۔ ترجمانی کی بجائے واقعتاً محمد یحییٰ خان نے ترجمہ کا حق ادا کر دیا ہے۔

انسانی خدمت کا جذبہ یقیناً مستحسن مگر خدمت کی آڑ میں عالمی سامراجی قوتوں کے تزویراتی مفادات کے لیے سرگرم عمل رہنا، ایک نہایت ہی قابل مذمت اور قبیح فعل ہے۔ بعض این جی اوز اسی طرز عمل کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔ وہ مالی وسائل اور سہولیات کا حصول ممکن بنا کر فرنگی تہذیب کے لیے راہیں ہموار کرنے پر مامور ہیں۔ یوں عالم اسلام میں اسلامی اخلاقی اقدار کی ہیئت بگاڑ رہی ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی رفاہی تنظیمیں ہیں جنہیں ریاستی دہشت گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ انہیں دہشت گردی کا مددگار قرار دے کر نہ صرف ان کے فنڈز منجمد کر دیے گئے ہیں بلکہ ان کے خدمت گاروں کو طرح طرح کی اذیتوں کا بھی شکار کر دیا گیا ہے۔

"ان گروپوں کے دفاتر ایگزیکٹو آرڈر نمبر 13224 کے تحت بند کر دیے گئے۔ یہ آرڈر حکومت کو ایسی تنظیموں کے اثاثوں پر قبضہ کرنے کا اختیار دیتا ہے جن پر دہشت گردوں کے ساتھ رابطے کا شبہ ہے۔ اٹارنی لیڈیل جارج نے جو تین سے زائد مسلم رفاہی اداروں کی وکالت کرتا ہے، بتایا "اس الزام کی کوئی عدالتی تحقیقات نہیں ہوئی۔ بی آئی ایف (بینے وولینس انٹرنیشنل فاؤنڈیشن) کے اثاثے "USA Patriot" ایکٹ کے تحت منجمد کیے گئے۔ حکمنامے کے مطابق یہ کارروائی اس امر کی تفتیش کے لیے کی گئی کہ دہشت گردوں کے ساتھ روابط کا پتہ چلایا جا سکے۔ بعد ازاں متعدد عرب ممالک کو یہ سفارشات بھیجی گئی کہ مذہبی تعلیم کے لیے مقررہ بیس گھنٹے کے اوقات گھٹا کر صرف نو گھنٹے کر دیے جائیں۔ تعلیم کو صرف عبادات تک محدود رکھا جائے۔ جہاد کا موضوع ممنوع قرار دیا جائے اور یہودیوں پر تنقید اور ان سے نفرت کا سلسلہ بند کیا جائے۔ (صفحہ 132)

یہ تو ایک مثال صرف امریکہ کی تھی: دوسرے متعدد ممالک بوسنیا، کوسوو، اردن، مراکش وغیرہ میں بھی یہی تحکمانہ اور جابرانہ طرز عمل اختیار کیا گیا ہے۔ نگارشات پبلشرز لاہور سے چھپنے والی یہ کتاب ایسے مستند شواہد سے بھری پڑی ہے۔ اس کا مطالعہ نہ صرف سامراجی طاقتوں کے مذموم عزائم کو آشکار کرتا ہے بلکہ مغرب کے دوہرے معیار کو بھی بے نقاب کرتا ہے۔

اعتذار

گزشتہ شمارے میں کمپوزر کی غلطی سے مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں آئندہ منعقد ہونے والی مبتدی وملتزم تربیت گاہ کی تاریخ 20 تا 26 اپریل (2008) چھپ گئی۔ جبکہ صحیح تاریخ 17 تا 23 اگست 2008ء ہے۔ ہم اس غلطی پر معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

حلقہ سرحد جنوبی کے زیر اہتمام فقیر آباد میں سہ روزہ دعوتی پروگرام

15، 16 اور 17 جولائی کو بعد نمازِ مغرب جامع مسجد مدنی فقیر آباد میں ایک سہ روزہ فہم دین پروگرام منعقد ہوا، جس میں رفقاء کے علاوہ کثیر تعداد میں احباب نے بھی شرکت کی۔ پہلے دن میجر محمد علی نے درس دیا۔ یہ درس عبادت رب کے موضوع پر تھا۔ دوسرے روز امیر تنظیم اسلامی پشاور خورشید انجم نے "دعوت دین" کے موضوع پر درس دیا۔ تیسرے دن کا درس وارث خان کے ذمہ تھا۔ انہوں نے اقامت دین کی جدوجہد کے حوالے سے مفصل گفتگو کی۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء میں عبادت رب اور رسولؐ انقلاب کا طریق انقلاب کے پمفلٹ تقسیم کیے گئے۔

اس پروگرام کی میزبانی اُسرہ حضرت عثمان غنیؓ فقیر آباد نے کی۔ پروگرام میں 70 کے قریب رفقاء اور احباب نے شرکت کی۔ شرکاء نے پروگرام کو سراہا۔ اللہ تعالیٰ اس پروگرام میں حصہ لینے والوں کو اجر عظیم سے نوازے۔ (رپورٹ: محمد اصغر ملک)

تنظیم اسلامی گوجرخان شرقی کے زیر اہتمام ماہانہ شب بیداری

بعد از نمازِ مغرب پروگرام کا باقاعدہ آغاز خورشید احمد کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ اُس کے بعد ملتزم رفیق خالد محمد شاہ نے درس قرآن دیا۔ اُن کا موضوع اہل ایمان کے اوصاف، سورۃ المومنین کی روشنی میں تھا۔ جاوید اختر نے درس حدیث دیا۔ نمازِ عشاء اور کھانے کے وقفے کے بعد پروگرام کا دوبارہ آغاز ہوا، تو ملتزم رفیق اللہ دتہ نے قول و فعل کے تضاد کے حوالے سے ایک حدیث رسول ﷺ کا مطالعہ کرایا۔ بعد ازاں راقم نے حالات حاضرہ کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی، بالخصوص بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے کیو ٹی وی پر نشر ہونے والے درس کے حوالے سے جو شرانگیز پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے، اس کے متعلق رفقاء اور احباب کو اصل صورتحال سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد شرکاء کو آرام کا وقت دیا گیا۔ رات کے آخری پہر انہیں جگایا گیا۔ نمازِ تہجد اور تلاوت قرآن کے بعد نمازِ فجر ادا کی گئی، جس کے بعد حافظ ندیم مجید نے درس قرآن دیا۔ ناشتہ کے بعد یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا، اور رفقاء اور احباب اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ اس پروگرام میں 7 رفقاء اور 4 احباب نے شرکت کی۔

(مرتب: فاروق حسین)

حلقہ سرحد شمالی میں مبتدی تربیت گاہ

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام تیمر گرہ ضلع دیر میں 6 تا 12 جولائی کو مبتدی تربیت گاہ منعقد ہوئی۔ تربیت گاہ میں چالیس رفقاء و احباب نے شرکت کی، جو مختلف جگہوں سے آئے تھے۔ تربیت گاہ کے پروگرام درج ذیل ترتیب سے ہوئے۔ صبح نماز فجر سے 45 منٹ پہلے شرکاء کو جگایا جاتا تا کہ نماز فجر سے پہلے تہجد ادا کریں اور پھر ترجمہ نماز اور دُعائیں یاد کرنے کی نشست میں بیٹھیں۔ مرکزی ناظم دعوت رحمت اللہ بٹر اور محمد ناصر بھٹی اس کا اہتمام کرتے۔ نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوتا، جس کے مدرس رحمت اللہ بٹر اور محمد ناصر بھٹی تھے۔ درس کے بعد انفرادی اعمال اور آرام کا وقفہ ہوتا۔ ناشتہ کے بعد 9 تا 2 بجے ایک ایک گھنٹہ کی چار کلاسیں ہوتیں جن کے دوران آدھے گھنٹے کا وقفہ ہوتا۔ اس کے دوران مختلف مقررین مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے، جس کا انداز لیکچر مذاکرہ اور سوال و جواب کا ہوتا۔ شرکاء کے لئے تمام موضوعات نئے، دلچسپ اور موثر تھے، جس سے وقت گزرنے کا احساس نہ ہوتا۔

نماز ظہر کے بعد ظہرانہ اور پھر نماز عصر تک آرام کا وقفہ ہوتا۔ عصر تا مغرب کی نشست میں صبح کے بیان کردہ موضوعات کے متعلق ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات اور اشکالات کا جواب دیا جاتا۔ اس کے بعد رفقاء باری باری اپنا تفصیلی تعارف کراتے، جس میں وہ تنظیم میں

شمولیت کی وجہ بھی بتاتے جو دوسروں کے لیے دلچسپ اور سبق آموز ہوتی تھی۔ مغرب تا عشاء بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے مختلف دینی موضوعات پر لیکچرز بذریعہ ویڈیو دکھائے جاتے۔ چند اہم موضوعات یہ تھے: اسلام کا انقلابی منشور، نظم جماعت کی اہمیت اور سمع و اطاعت کا اسلامی تصور اور بیعت پر مبنی نظام جماعت سازی۔ نماز عشا کے بعد عشائیہ اور آرام کا وقفہ ہوتا۔ مرکز کے قریب والی مسجد میں نماز باجماعت ہوتی اور اس کے بعد ایک حدیث سنائی جاتی جسے اہل محلہ بھی بہت توجہ سے سنتے۔

آخری دن کا لیکچر دو نشستوں پر مشتمل تھا۔ پہلے لیکچر میں ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی نے تنظیمی ڈھانچے اور رفقاء کے کردار پر بات کی اور بتایا کہ تنظیم کس طرح کام کر رہی ہے۔ دوسرے نشست میں امیر محترم حافظ عاکف سعید نے تنظیم اسلامی کی قرار داد تاسیس کی تشریح کی اور سورۃ العصر کی روشنی میں لوازم نجات کی تشریح کی۔ آخر میں احباب نے امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت کی۔

شرکاء نے نہایت نظم کا مظاہرہ کیا اور نئے عزم اور خوشگوار یادوں کے ساتھ رخصت ہوئے۔ (مرتب: احسان الودود)

اسرہ جڑانوالہ کے زیر اہتمام ہفتہ وار "درس قرآن" کا آغاز

بفضلہٖ تعالیٰ تنظیم اسلامی جڑانوالہ کے زیر اہتمام ہفتہ وار درس قرآن مجید کا آغاز کیا گیا ہے۔ یہ درس قرآن بروز اتوار بعد از نماز عصر راقم کی رہائش گاہ پر ہوتا ہے۔ پہلی تین نشستوں میں "قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں" اور "تعارف قرآن" پر سیر حاصل گفتگوئیں ہوئیں۔ چوتھی نشست سے سورۃ ق سے ترجمۃ القرآن کا آغاز ہوا۔ ان دنوں سورۃ النجم زیر درس ہے۔ درس قرآن کے اس پروگرام میں کم و بیش 20 افراد شرکت کرتے ہیں۔ شرکاء درس کی اکثریت شعبہ تعلیم سے وابستہ ہے۔ گزشتہ پروگرام کے اختتام پر شرکاء میں لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کی تواضع کی جاتی ہے۔ (رپورٹ: حافظ محمد مختار)

خصوصی دو روزہ تربیت گاہ
برائے مدرسین (صوبہ پنجاب)

ان شاء اللہ العزیز

23 اگست (بروز ہفتہ) صبح 9 بجے تا 24 اگست (بروز اتوار) بوقت ظہر

قرآن آڈیٹوریم

191۔ اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہو رہی ہے

امیر محترم کی خواہش کے مطابق زیادہ سے زیادہ مدرسین (خصوصاً وہ جنہوں نے سابقہ دو سالوں میں شرکت نہیں کی) لازماً شرکت فرمائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت رابطہ:
042-6316638 6366638
0333-4311226

شامی صدر کا دورہ ایران

شام کے صدر بشار الاسد دوروزہ دورے پر ایران پہنچ گئے۔ وہ دراصل فرانسیسی صدر نکولاس سارکوزی کا یہ پیغام لائے ہیں کہ ایران ثابت کرے کہ اس کا ایٹمی منصوبہ پُرامن ہے۔ شامی صدر نے ایک ماہ پہلے فرانس کا دورہ کیا تھا۔

اُدھر امریکہ نے ایرانی حکومت کو فیصلہ کرنے کے لیے ایک ہفتہ دیا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ اگر ایرانی حکومت نے یورینیم کی افزودگی کا منصوبہ منجمد کر دیا، تو عالمی طاقتیں بدلے میں اسے سول ایٹمی توانائی، تجارت، سائنس وٹیکنالوجی، زراعت اور مالیات کے شعبوں میں مدد دینے کو تیار ہیں۔ دوسری صورت میں ایران پر مزید پابندیاں لگ سکتی ہیں۔ امکان یہی ہے کہ ایرانی اپنا ایٹمی منصوبہ منجمد نہیں کریں گے۔

صومالیہ پھر انتشار کا شکار

صومالیہ کی عبوری حکومت نے پچھلے سال کے آغاز میں اُس وقت موغادیشو کا انتظام سنبھالا تھا جب داخلی اور خارجی سازشوں کے بعد اسلامک کورٹس یونین کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ عبوری حکومت کے صدر عبدالحئی یوسف جبکہ وزیر اعظم نور حسن حسین ہیں۔ اب غیر ملکی طاقتوں کے منظور نظر دونوں رہنماؤں کے مابین شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ ان اختلافات کے باعث عبوری کابینہ کے 15 میں سے 10 وزراء نے استعفے دے دیئے ہیں۔ یہ وزراء صدر کے حمایتی تھے۔

صومالیہ میں اقوام متحدہ کے نمائندے احمد وادلداب صدر اور وزیر اعظم کے مابین اختلافات ختم کرانے کی کوشش کر رہے ہیں، تاکہ غیر ملکی طاقتوں کے خلاف برسرپیکار محب وطن اسلام پسند قوتوں کے اقتدار میں آنے کی راہ مسدود کی جا سکے۔

غزہ میں خانہ جنگی

یہ فلسطینی مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ ان کی دو بڑی سیاسی جماعتیں حماس اور الفتح آپس میں دست وگریباں ہیں۔ عالمی طاقتیں اور مسلمانوں کے دشمن اس سعی میں ہیں کہ ہر مسلمان ملک میں متحارب گروہوں کو ایک دوسرے کے خلاف لڑا دیا جائے۔ فی الوقت فلسطین، پاکستان، صومالیہ، افغانستان، عراق اور سوڈان میں ان کی سازشیں کامیاب ہوتی نظر آتی ہیں۔ پچھلے ہفتے غزہ میں حماس اور الفتح کے کارکنوں کے مابین کئی جھڑپیں ہوئیں جن میں چند لوگ مارے بھی گئے۔ یہ صورتحال تشویشناک ہے۔ فلسطین کے مسلمانوں کو چاہیے کہ صیہونیوں کی سازشوں کو سمجھیں اور باہمی طور پر متحد ہو کر اُن کا مقابلہ کریں اور ارض فلسطین کو یہودیوں کے خونیں پنجے سے آزاد کرائیں۔

اسرائیل...... شام مذاکرات

استنبول میں ہونے والے اسرائیل...... شام مذاکرات کسی نتیجے پر پہنچے بغیر ختم ہو گئے۔ شام اسرائیل سے گولان کی پہاڑیوں والا اپنا اہم علاقہ واپس لینا چاہتا ہے، جبکہ اسرائیلی چاہتے ہیں کہ شامی حکومت یہود کے شدید دشمن ایران، حماس اور حزب اللہ سے اپنے تعلقات ختم کر دے۔ مقصد صاف ظاہر ہے کہ اسے تنہا کر کے جارحیت کا نشانہ بنایا جائے۔

کوسووو کے پاسپورٹ آگئے

یورپ میں حال ہی میں آزاد ہونے والی مسلم ریاست، کوسووو نے اپنا پاسپورٹ جاری کر دیا ہے۔ اس ملک کو اب تک دنیا کے 43 ممالک تسلیم کر چکے ہیں۔ یہ پاسپورٹ ان تمام ملکوں میں کارآمد ہو گا۔ کوسووو کی تاریخ میں یہ عمل ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ بات حد درجہ افسوسناک ہے کہ مسلم ممالک میں سے صرف چار ملکوں نے کوسووو کو تسلیم کیا ہے۔ باقی سب نے مجرمانہ خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

انور ابراھیم انتخاب لڑیں گے

ملائیشیا کے سابق نائب وزیر اعظم اور حزب اختلاف کے مرکزی رہنما، انور ابراہیم ضمنی انتخابات میں حصہ لیں گے۔ یاد رہے، انہیں ایک نئے مقدمے میں الزامات کا سامنا ہے اور امکان ہے کہ جلد یا بدیر انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ انور کا کہنا ہے کہ ایک بار پھر انہیں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا گیا ہے، کیونکہ وہ حزب اختلاف کو مجتمع کر کے موجودہ حکومت گرانا چاہتے تھے۔

ملائیشیا میں کیے گئے عوامی جائزوں کے مطابق عام لوگوں کی اکثریت انور ابراہیم کو بے گناہ سمجھتی ہے۔ انہیں یقین ہے کہ موجودہ حکومت ان پر جھوٹا الزام لگا کر انور کو راہ سے ہٹانا چاہتی ہے۔

کویت میں بنگلہ دیشی کارکنوں کا احتجاج

مشرق وسطیٰ کے امیر ترین ملک کویت میں لاکھوں بنگلہ دیشی کارکن ملک کی تعمیر وترقی میں مصروف ہیں، لیکن ان کی تنخواہیں خاصی کم ہیں اور اوپر سے مہنگائی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس لیے پچھلے دنوں 5 ہزار سے زائد بنگلہ دیشی کارکنوں نے جلوس نکالا اور کویتی حکومت سے مطالبہ کیا کہ ان کی تنخواہیں بڑھائی جائیں۔

بدقسمتی سے یہ جلوس دنگا فساد میں بدل گیا۔ اس پر کویتی پولیس نے ایک ہزار بنگالی کارکنوں کو گرفتار کر کے ملک بدر کر دیا۔ تاہم کویتی حکومت نے بنگلہ دیشی کارکنوں کے رہنماؤں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ کارکنوں کو واجبات ادا کرے گی۔

لیبیا کے وزیراعظم روس میں

لیبیائی وزیر اعظم بغدادی محمودی روس پہنچ گئے ہیں، جہاں انہوں نے اہم منصب ولادیمیر پوٹن سے اہم ملاقات کی۔ لیبیا روس سے بھاری ہتھیار اور ایٹمی بجلی گھر خریدنا چاہتا ہے۔ روس کی جانب لیبیا کا یہ جھکاؤ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ روس پھر عالمی سیاست میں ایک اہم کھلاڑی کا کردار ادا کرنے والا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے کہ چین اور روس امریکا کے بالمقابل آئیں جس نے دنیا کا چودھری بن کر اُسے تشدد کی آگ میں جھلسا دیا ہے۔

ترکی میں بحران ٹل گیا

ترکی کی آئینی عدالت نے حکمران اے کے پارٹی پر پابندی لگانے کی درخواست مسترد کر دی ہے۔ یوں اس اہم مسلمان ملک میں کئی ماہ سے جاری بحران ٹل گیا ہے۔ درخواست کی حمایت میں چھ ججوں نے ووٹ دیا مگر وہ ایک جج کی کمی سے منظور نہ ہو سکی۔ تاہم آئینی عدالت نے بطور سزا اے کے پارٹی کی سرکاری امداد میں کمی کر دی ہے۔

آئینی عدالت کا فیصلہ آتے ہی ترکی معاشی بحران سے نکل آیا اور سٹاک ایکسچینجوں میں کاروبار بڑھ گیا ہے۔ ظاہر ہے جب ملکی سیاسی صورت حال خراب ہو، تو اس کا اثر سب پر پڑتا ہے۔ پاکستان کو بھی اس مسئلے کا سامنا ہے اور وہ بھی شدید حد تک۔

کینیا میں مسلمانوں پر ظلم

کینیا میں مسلم تنظیموں نے ملک کے کیبنٹ سیکرٹری فرانسس موتھارا پر الزام لگایا ہے کہ وہ مسلمانوں سے متعلق ایک اہم رپورٹ دبا کر بیٹھ گیا ہے اور صدر تک جانے نہیں دے رہا۔ اس رپورٹ میں مسلم رہنماؤں نے شواہد دے کر ثابت کیا ہے کہ کینیائی حکومت بوگس الزامات پر مسلم نوجوانوں کو گرفتار کرتی اور انہیں دہشت گرد بنا کر امریکہ، اسرائیل یا برطانیہ کے حوالے کر دیتی ہے۔

کینیا کے صدر نے پچھلے سال مسلم تنظیموں کے اصرار پر یہ رپورٹ مرتب کرنے کا حکم دیا تھا۔ تاہم فرانسس موتھارا جیسے سرکاری افسر اس رپورٹ کو صدر تک پہنچنے نہیں دیتے کیونکہ انہیں خطرہ ہے، اس طرح مسلمانوں پر سرکاری ظلم افشاں ہو جائیں گے۔

the soul of man. Muslims must be re-educated to renounce this disastrous fellowship of satanic forces. He must continue to fear God and his wrath as even to believe in His mercy and the rewards He bestows upon his humble servants. He must know that Kullo Nafsin Zaiqat-ul-maut, that death is unavoidable and that he is not designed to stay here for ever.

When man corrects his personal position and regards himself as a slave of God and construes his life to be the occasion and opportunity for rendering service to the Lord and Master of his life in the universe in which his lot is cast, he is able to qualify for the reception of Divine grace. And it is of "He gives whatever He likes to whomsoever He Likes," the Qur'an reminds us so often. Ofcourse man must put forward his effort and strive and struggle to do the best he can in the light of truths that Islam has presented to him. But he should know that finally and ultimately it is not what he does but grace of God that will save him. And for this he must incessantly pray. It is thus God's mercy, forgiveness and grace that he must look up to!

My reading of history is different. I do not read it the way in which Dr. Israr has looked upon it. I see in it the play of the contingent and operation of unforeseen factors and hold that no man who liveth can, on the basis of what evidence today presents to him, can tell me what will happen tomorrow. No, that sort of knowledge of the unseen is not given to and he must learn to conduct operation of life within the sphere of what he believes is possible but with the implied reservation that ultimately it is not his will but God's will that prevails.

In conclusion I would like to insist for securing the consolidation of Pakistan and invigoration of the institution of Umma-i-Islamia all the world over, that Musalmans should be disciplined into becoming not as ease-loving and comfort-seeking people but as a community that believes in doing, what may be called heroic, salutary deeds. Man must be educated to be tough-minded to be able to face the challenges that lie ahead. He should also be educated to have in him the desire to make sacrifices for the achievement of the Islamic ideal. Life, I believe, has been given to man to be able to give it away, if necessary, in God's name. Life has to be valued only because it is capable of serving as an offering at the altar of some holy cause. In itself, we know it cannot be prolonged for long and has one day to be taken away from us. Cardinal principle of Islam is that this life is sport and play, a theatre of the alluring exhibition of provisions of vanity---but the life to come is better and eternal. To be possessed of "Showk-e-Shahadat" (love of being a martyr) is the very pre-condition of man's invincibility. Such a one alone endures---everything else passes!

I was taken aback to see Dr. Israr using the words "Islami Inqilab" or "Islamic Revolution". This concept in my understanding is foreign to the spirit and letter of Islam for the reason that revolution basically means a complete overthrow of the established Government in any country or state by those who were previously subjected to it: it is a forcible substitution by new rulers of former government as in the context of a French revolution. Means overthrow of the monarchy and establishment of republican government in 1789-95. Similarly it also designates the over throw of British supremacy by the American War of Independence from 1775 to 81. In essence this is a swift and sudden substitution of a new order in place of an old one and is usually accompanied by force and violence.

Islam, as its history shows, cannot be regarded as a revolutionary change because its founder accepted existing pagan practices as part law and progressively, under D revelation, changed them acr period of 23 years. There too i not a total over-throw of the practices because Islam accepte pre-existing prophets and their and attempted to purify the tea of pre-existing religious tradi from elements that had adultrate message. Besides in doing all th force was used. Indeed the u force was expressly tabooed---i it was said there is no compulsi religion. We often hear the "Islamic Revolution" being use often that it is fast becomi fashion. Dr. Israr subscribes t view that the stability or Istehka Pakistan will be achieved through Islamic revolution indeed goes on to make it the ti one of the chapters of the books page. 161). Per contra it is evolutionary method, of s transformation of the old order Islam sanctions and not the a dislocation or uprooting of existing institutions, such as associate with some of the fa historical revolutionary changes. is Islam in itself suggestive of revolutionary change if only bec the Prophet came to verify the existing revelation that had c through earlier Prophets. And in the edifice of Islam was built by not on a tabula-rasa but upon premises of securing purificatio pre-existing religious tradition.

In the end in Islamic perspectiv my thinking only three things real---GOD is real, death is real Prayer is real. And it is ma relationship with these three reali that gives him a significant place the scheme of things and help him transcend his animal existence in direction of heavenly state of being

: 17 Regd. No. LRL -50 No. 32

eekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ew Point

A.K. Brohi

A.K. BROHI'S REVIEW OF Dr ISRAR AHMAD'S BOOK "ISTEHKAM-E-PAKISTAN"

Israr Ahmad's book "Istehkam-e-istan" makes a fascinating ing and contains a serious tation to any one interested in erstanding the causes that tribute to the rise and fall of ons to think for himself and over what, in the light of the 'an and the prophetic utterances e way out of the impasse with ch our country is confronted. Dr. has drawn an interesting parallel een two specific cases of the rise fall of Jewish people and has ht to compare that historical omena which he discerns in the ry of Muslim people. He quotes sively from the Qur'an and the dith to support his argument. In light of his perception of the cal principle that accounts for the and fall of the Jewish and lim Ummah in the course, of history he has formulated his mmendations and towards the of the book presents the only that is available for securing olidation of Pakistan namely mic revolution". He quotes the rse of Surah Bani Israel which nishes that our God, our iner will be merciful to us if we ct ourselves conformably to s will. Anyhow the fundamental as seen in the Qur'an is that ims are not the chosen people hat they have been put on tion and if they carry out God's ate they will be accepted, ded and made to prevail over detractors. But in case they turn and withdraw their position God will also abandon them and proceed to accept some other e. There is great deal of persuasive force in the reasoning of Dr. Israr Ahmad, but I shall limit my observations on his thesis by highlighting the most decisive factor which, in my opinion, must be added to the factors he has enumerated before the Muslims can hope to reach a condition where they may be able to regain their past glory and make a contribution to the general progress, happiness, peace and prosperity of mankind.

This factor has reference to serious pursuit of what Islam calls beneficial knowledge--knowledge which may be akin to but ought not to be confused with what in the modern world is known as "science and technology". Modern Science and technology pursues power over forces of Nature to render man's existence here below more comfortable, less strenuous and a sort of state of being which tends to give the appearance that man is about to transform the world in which he lives into becoming some kind of paradise where all good things are available to him without much labour and effort.

I see western civilization as having repudiated the Divine presence and power. Scientific knowledge has begun enabling man to tackle problems of disease, old-age and even death. Some of the marvels which it has performed like heart-transplant and almost incredible feats it has enabled man to perform like putting a man on moon and bringing him back to earth has convinced man that, that day is not far when death, disease and distances will have been overcome. Thus with the fear of God the fear of death and disease is also being dislodged and man is being given the false sense of omnipotence. Modern sciences of electronics, the efficiency of computers and marvels of space travel have fortified this illusion of man's omnipotence. He now feels that he has the ability to overcome all the negatives like old age, terminal diseases and even death. This is all apt to make man feel as if he has become a law unto himself. God's law has already been repudiated and now the factors which are to be regarded as counterveiling factors against the unending continuity of life and its ubiquitous reach are being brought into play. This approach of the western man has begun influencing the general attitude of mankind all over the world and precisely it is this which makes all the environmental conditions of life to operate on the soul of man in his favour by giving him a false sense of security. Man has become complacent. He does not any more wish to acknowledge any factor which has the tendency to delimit his powers to do with himself what he likes. And when man reaches that condition of false security his existence, in my opinion, is akin to satanic force. He then declares war against all that is divine in man, in nature and in history. It is this state of affairs which eventually condemns man. It is this rebellousness of man which gives rise to arrogance---firowniat, Jabbariat and diabolical twist to his psyche.

The Muslims have to beware of falling in this concealed trap of arrogance, pride and sense of total selfsufficiency which modern science and technology are apt to induce in